بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

الفرقان

ربوہ

نومبر، دسمبر۔ سنہ ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر:۔

ابو العطاء جالندھری

سالانہ بدل اشتراک

پانچ روپے

معاونین ایڈیٹرز:۔

قاضی محمد نذیر فاضل لائلپوری

مسعود احمد خان دہلوی۔ بی۔ اے

خورشید احمد شاد پروفیسر جامعۃ المبشرین

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	صفحہ
۱- یاجوج و ماجوج کی آخری جنگ قرآن مجید کی واضح پیشگوئی	ایڈیٹر	ص ۱
۲- غیبت احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کی روشنی میں	جناب شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی	ص ۹
۳- ہادیانِ مذاہب کی بے ادبی کا معاملہ "پربھات" کا اہم نوٹ	ایڈیٹر	ص ۱۹
۴- البیان قرآن مجید کا سلیس ترجمہ مع تفسیری نوٹ	ابوالعطاء	ص ۲۱
۵- "حروفِ محرمانہ" پر ایک نظر قسط نمبر ۲	جناب مولوی عبدالکریم صاحب پشاور	ص ۲۵
۶- مبلغِ اسلام سے خطاب (فارسی نظم)	جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر	ص ۲۷
۷- جماعت احمدیہ ہندوستان کا ریزولیوشن		ص ۴۰

معذرت

ہم بعض مجبوریوں کے ماتحت الفرقان کا یہ نمبر دو ماہ، نومبر اور دسمبر، کا اکٹھا شائع کر رہے ہیں۔ حکومت پاکستان کی طرف سے کاغذ کے کوٹہ کا پرمٹ کئی ماہ سے نہیں ملا۔ درخواست بھجوائی ہوئی ہے۔ انتظار ہے۔ احباب سے معذرت خواہ ہوں۔

(مینجر)

بچوں اور بچیوں کا اسلامی رسالہ

"ھلال"

ابھی تک ڈیکلریشن کی منظوری نہیں آئی۔ اس رسالہ کا نمونہ کا پرچہ جلسہ سالانہ پر شائع ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ

اپنے بچوں اور بچیوں کی

اسلامی تربیت کے لئے یہ تحفہ انہیں پیش فرماویں۔ یہ رسالہ بڑے سائز کے تیس صفحات پر طبع ہوا کرے گا اور سالانہ چندہ کاغذ کی گرانی کے باوجود تین روپے ہے۔

مینجر "ھلال"

دفتر الفرقان۔ ربوہ

ضروری اعلان

جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ جملہ کتب

مکتبۃ الفرقان

سے خرید فرما کر ممنون فرماویں!

دفتر الفرقان کوارٹرز تحریک جدید میں ہے وہاں تشریف لائیں۔

مکتبہ کو اپنی مطلوبہ کتب

سے ابھی سے مطلع فرمائیں تا جلسہ پر آپ کی فرمائش کی کتب پہلے سے بندھی ہوئی رکھی ہوئی ہوں۔

مینجر مکتبۃ الفرقان۔ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۶ | ربیع الثانی / جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ | الفرقان ربوہ پاکستان | نومبر / دسمبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۱۱، ۱۲

یاجُوج ماجُوج کی آخری جنگ

قرآن مجید کی واضح پیشگوئی

قرآن مجید اور پیشگوئیاں

قرآن مجید ایک کامل صحیفہ ہے جو نسلِ انسانی کی دائمی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے۔ اسمیں اعلیٰ احکام اور جامع تعلیمات بھی ہیں ان احکام کا فلسفہ اور ان تعلیمات کی حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں تزکیۂ نفس کے طریق بھی بتائے گئے ہیں اور ان پر چلنے کے ذرائع بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان کے ایمان کو ہر زمانہ میں تازہ رکھنے کے لئے قرآنِ پاک میں اہم پیشگوئیاں بھی ذکر کی گئی ہیں تا ان کے ظہور پذیر ہونے پر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے علیم و خبیر ہونے پر زندہ دلیل قائم ہو جائے۔ قرآن مجید کی یہ پیشگوئیاں مستقبل قریب کے بارے میں بھی ہیں اور مستقبل بعید کے متعلق بھی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض پیشگوئیاں اس وقت سے بھی تعلق رکھتی ہیں جب قیامت قائم ہوگی اور نسلِ انسانی اپنے اعمال کی کامل جزا و سزا پائے گی۔ یہ سب پیشگوئیاں قرآن مجید کے زندہ خدا کا تازہ کلام ہونے پر واضح دلیل ہیں۔

آخری زمانہ کے بارے میں قرآنی خبریں!

قرآن مجید نے ہمارے اس زمانہ کے بارے میں جو الہامی کتابوں کی رُو سے آخری زمانہ ہے بہت سی پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں تا کمزور ایمان انسانوں کے لئے تقویتِ ایمان کا باعث ہوں اور سچے مومنوں کو ازدیادِ ایمان حاصل ہو۔ آخری زمانہ کے متعلق قرآنِ کریم کی پیشگوئیاں بکثرت ہیں۔ ان میں سے آج کے موضوع سے جن کا تعلق ہے ان کا اختصاراً ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید پر تدبّر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں جب لوگوں کی ایمانی حالت کمزور ہو جائے گی اور طاغوتی طاقتیں ہر طرف سے ایمان کے قلعہ پر حملہ آور ہونگی اور دُنیا مادیت کے مُردار پر گِدھوں کی طرح گر رہی ہوگی۔ ایمان ثریا پر جا چکا ہوگا۔ رُوحانیت عنقا ہو چکی ہوگی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک فرستادہ کو بھیجے گا اور اس کیلئے ہیبت ناک نشان دکھائے گا تا لوگ سمجھیں کہ زندہ خدا موجود ہے اور دینِ اسلام اسکا بھیجا ہوا کامل دین ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موعود جسکی بعثت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت کا پرتَو ہوگی بہت سے لوگوں کو پاک کریگا اور بہت سے لوگ اسکے ہاتھ پر نئی رُوحانی زندگی پائیں گے لیکن دُنیا کی بیشتر آبادی اسی ڈگر پر چلتی رہے گی جس پر پہلے سے گامزن تھی وہ اس موعود کی آواز پر کان نہ دھریگی اور اسکی آسمانی باتوں کی شنوا نہ ہوگی بلکہ اسکی وحی پر استہزاء کریگی اور خدا کی باتوں کو ٹھٹھوں میں

اُڑانے کی کوشش کریگی۔ جب تاریکی کے فرزندوں کی یہ روش انتہا کو پہنچ جائیگی تب خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکیگا اور زمین پر ہولناک تباہی آئیگی۔ شہر اور دیار ملیامیٹ ہو جائیں گے اور انسانوں کو جائے قرار نہ ملیگی۔ مگر چونکہ خدا غضب میں دھیما ہے اور اس کی رحمت جس طرح یہ تقاضا کرتی ہے کہ عذاب سے پہلے رسول مبعوث فرمائے نذیر کو بھیجے۔ فرمایا۔ وما کنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولًا (الاسراء: ۱۵) کہ ہم عذاب دینے سے پہلے ضرور رسول بھیجتے ہیں۔ اسی طرح اس کی رحمت مقتضی ہے۔ کہ انسانوں کو یکدم گرفت میں نہ لائے بلکہ آہستہ آہستہ عذاب دے تا ان میں سے جو توبہ کرکے بچنا چاہیں وہ بچ جائیں۔ ولنذیقنّھم من العذاب الادنٰی دون العذاب الاکبر لعلّھم یرجعون (سجدہ: ۲۱) کہ ہم مکذبین کو پہلے ہلکے عذاب دیتے ہیں اور بڑے عذاب کی نوبت آخر میں آتی ہے تاکہ وہ چھوٹے عذابوں سے نصیحت حاصل کرکے توبہ اور رجوع کر سکیں۔

موعودِ کُل ادیان کی بشارت

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موعود رسول کے زمانہ میں تمام مذاہب پر اتمام حجت کی جائے گی اور سب دینوں پر اسلام کی برتری ثابت کی جائے گی۔ فرمایا وھو الّذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدّین کلّہٖ (سورۃ الصف) کہ اللہ ہی نے اپنے رسول کو کامل ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے تا وہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ عظیم منصب بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے جس کی بشارت سورۃ جمعہ میں واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم کے الفاظ میں دی گئی ہے اور کسی نبی یا ولی کے ظہور سے پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ ہی پر قرآن پاک نازل ہوا اور آپ ہی کے روحانی مظہر کے ذریعہ اس کی تکمیل اشاعت مقدر تھی۔ اور یہ تکمیل اشاعت آخری زمانہ سے تعلق رکھتی تھی جبکہ دنیا اپنے ذرائع اور وسائل کے لحاظ سے ایک شہر کی حیثیت اختیار کرجانے والی تھی اور مسلمانوں پر ایک بے عملی اور غربت کا دَور آنے والا تھا۔

اس موعود کے لئے مختلف قوموں میں مختلف ناموں سے انتظار ہو رہی تھی مگر وہ جامع رسول جو سب قوموں کا موعود ہو سکے۔ وہ وہی ہو سکتا تھا جسے یاایّھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعًا کہنے والے رسول کے فیوض و برکات نے مقام ظلیت پر کھڑا کیا ہو۔ الغرض لوگ انتظار کرتے ہیں یا وقت پر ظاہر ہونے والے موعود کو مان لیں یہ ان کا کام ہے۔ بہرحال قرآن مجید نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک عظیم الشان فرستادہ مبعوث ہوگا۔ اور وہ دین اسلام کو دنیا کے سب دینوں پر غالب کرکے دکھا دے گا۔

یاجوج و ماجوج کے خروج کی خبر

قرآن مجید فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں دو بڑی قومیں دنیا پر غالب آجائیں گی اور وہ زمین پر روحانی موت وارد کرنے کا موجب بنیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حتّٰی اذا فُتِحَتْ یاجوج وماجوج وھُم من کلّ حدبٍ ینسلون۔ واقترب الوعد الحقّ فاذا ھی شاخصۃٌ ابصارُ الّذین کفروا یاویلنا قد کنّا فی غفلۃٍ من ھٰذا بل کنّا ظالمین (الانبیاء ۹۶-۹۷) کہ ایک وقت آئیگا جب یاجوج وماجوج کو کھول دیا جائیگا اور وہ ہر چوٹی اور بلند جگہ پر دوڑتے ہوئے پھیل جائینگے۔

تب سچے وعدہ (الوعد الحق) کے ظہور کا موقع پیدا ہوجائے گا۔ اس پر کافروں کی نظر پر شسدرہ جائیگی اور وہ کہیں گے کہ ہم تو اس سے غافل ہی رہے بلکہ ہم ظالم تھے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَالُوا یا ذَا القرنین اِنّ یاجوجَ وماجوجَ مُفسِدونَ فی الارض فھل نجعل لک خرجاً علیٰ ان تجعل بیننا وبینھم سدّاً (الکہف: ۹۴) کہ لوگ اس وقت کے مامور ذوالقرنین (یہ صفاتی نام ہے) کے پاس آکر کہیں گے کہ یاجوج وماجوج نے زمین میں فساد برپا کر رکھا ہے کیا آپ ہمارے اور ان کے درمیان روک بنا کر ہمیں ان سے بچائیں گے؟ اور ہم آپ کو ٹیکس ادا کرتے رہیں گے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں یاجوج وماجوج کا زمین پر غلبہ ہونے والا ہے اور وہ زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں۔ اور اس وقت الوعد الحق کے ظہور کا موقع ہوگا۔

احادیث نبویہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ آخری زمانہ میں جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا تو اس وقت یوں ہوگا۔ "اِذ اوحی اللہ الیٰ عیسیٰ اِنّی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحدٍ بقتالھم فحرز عبادی الی الطور ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدبٍ ینسلون۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح باب ذکر الدجال ص ۴۷۴) کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود پر وحی کریگا اور اسے بتائیگا کہ میں نے ایسے لوگ پیدا کردیئے ہیں جن سے جنگ کرنیکی اور لوگوں کو طاقت نہیں۔ تو میرے بندوں کو (یعنی اپنی جماعت کو) کوہ طور (روحانی تجلیات کے مرکز) پہ لے جا۔ اور اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو برپا کریگا اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے پھریں گے۔

پیشگوئیوں میں استعارات ضروری ہیں اسی لئے مسلم شریف کی اس حدیث میں بہت سے استعارے ہیں۔ مگر یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ مسیح موعود کے ظہور اور یاجوج وماجوج کے خروج کا ایک ہی زمانہ ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ جس دجال کے فتنہ سے ہر نبی ڈراتا آیا ہے وہ انہی یاجوج وماجوج میں ہے۔ کیونکہ ایک وقت میں یاجوج وماجوج کے غلبہ کے ساتھ ساتھ دجال کا علیحدہ غلبہ تصور میں نہیں آسکتا۔ اسلئے ماننا پڑیگا کہ درحقیقت دجال یاجوج وماجوج کا ہی اعتباری اور صفاتی نام ہے۔

یاجوج وماجوج کون ہیں؟

اب یہ سوال ہے کہ یاجوج وماجوج سے کون مراد ہیں؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ یاجوج وماجوج کا ماخذ اَجِیج ہے۔ اجیج آگ کے شعلوں کو کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"ویاجوج وماجوج منہ شبّھوا بالنار المضطرمۃ والمیاہ المتموجۃ لکثرۃ اضطرابھم" (المفردات)

کہ یاجوج وماجوج کو یہ نام اسلئے دیا گیا کہ انہیں بھڑکتی ہوئی آگ اور موجیں مارنے والے پانیوں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ کثرت سے اِدھر اُدھر پھرینگے۔"

امام ملا علی قاری لکھتے ہیں:-

"یاجوج وماجوج ھما قبیلتان من ولد یافث بن نوح" (مرقاۃ)

کہ یافث بن نوح کی اولاد سے دو قبیلے
یاجوج وماجوج ہیں"۔

بائیبل سے یاجوج وماجوج کے مقامات کا بھی پتہ لگتا ہے لکھا ہے:۔

"اے جوج! روس اور مسک اور توبال
کے سردار۔ اور میں تجھے پلٹ دونگا اور
تجھے لئے پھرونگا اور ایسا کرونگا کہ تو اتر
کی اطراف سے چڑھ آئے اور تجھے
اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور میں ماجوج پر اور ان پر
جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت
کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ
جانیں گے کہ میں خداوند ہوں"۔ (حزقیل ۲۹/۱-۶)

اس حوالہ سے ثابت ہے کہ یاجوج روسی ہیں اور ماجوج جزائر کے بسنے والے انگریز اور ان کی قوم کے منتشر گروہ امریکن وغیرہم ہیں۔ یہ قومیں آگ سے غیر معمولی کام لینے کی وجہ سے یاجوج وماجوج ہیں اور اس لحاظ سے کہ ان کے پادری دنیا بھر میں حضرت مسیح کی الوہیت اور ابنیت کے عقیدہ کو پھیلاتے پھرتے ہیں وہ دجال ہیں۔ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ ابن اللہ کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے شدید غضب کو بھڑکانے والا ہے۔ فرمایا:۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا ○ ان دعوا للرحمٰن ولدًا (مریم: ۹۰-۹۱) کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں یعنی دنیا پر کامل تباہی آجائے کیونکہ ان لوگوں (عیسائیوں) نے خدا کے لئے بیٹا قرار دیا ہے۔ مسیح موعود کی آمد اس صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کرنے کے لئے مقدر تھی اسی لئے فرمایا ہے کہ یاجوج وماجوج اور دجال سے اس کا مقابلہ ہوگا۔ پہلے عیسائیت دلائل سے مغلوب ہوگی اور پھر انکی مادی شان وشوکت جاتی رہیگی جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ پس یہ امر روز روشن کی طرح متعین ہوگیا کہ یاجوج وماجوج دو قومیں ہیں اور ان سے مراد روس اور انگریز ہیں۔

نہر سویز کے متعلق قرآنی پیشگوئی

نزول قرآن مجید کے وقت بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم بالکل الگ الگ تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:۔

خَلَقَ الانسان مِن صَلصالٍ
کالفخار وخلق الجآنّ مِن مارجٍ
من نارٍ ○ فبأيِّ آلَاءِ ربّكما
تكذّبان ○ ربّ المشرقين و
ربّ المغربين ○ فبأيّ آلاءِ
ربّكما تكذّبان ○ مرج البحرين
يلتقيان ○ بينهما برزخ لا
يبغيان ○ فبأيّ آلاءِ ربّكما
تكذّبان ○ يخرج منهما
اللؤلؤ والمرجان ○ (الرحمٰن: ۱۴ تا ۲۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھنکھناہٹ
دینے والی مٹی سے بنایا ہے اور جنوں
کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ تم
دونو اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے
تکذیب کرتے ہو۔ اللہ ہی دونو مشرقوں
کا رب ہے اور وہی دونو مغربوں کا رب
ہے۔ تم دونو اپنے رب کی کس نعمت کیوجہ
سے تکذیب کرتے ہو۔ اللہ ہی ان دونو
سمندروں کو چھوڑے گا تاکہ ایک دوسرے

مل جائیں۔ اس وقت ان کے درمیان
خشکی کی روک ہے۔ وہ ایک دوسرے
پر زیادتی نہیں کر سکتے۔ تم اپنے رب کی
کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔
ان دونو سمندروں میں سے موتی اور
مونگا نکلتے ہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے ان دو معروف سمندروں کا ذکر فرمایا ہے جن میں سے موتی اور مونگا نکلتا تھا۔ یہ سمندر بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت تو ان کے درمیان خشکی کی روک ہے مگر وقت آتا ہے جب یہ دونو سمندر آزادانہ طور پر مل جائیں گے۔

کتنی صاف اور واضح پیشگوئی ہے اور کس طرح قریباً ایک ہزار سال بعد اس کا کامل ظہور نہر سویز کے بننے سے ہوا جبکہ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کو ملایا گیا اور اس ملانے میں کافی حد تک یاجوج وماجوج کا دخل تھا۔

یہودیوں کا فلسطین میں اجتماع

یہودی قوم اپنے اعمال کی وجہ سے فلسطین سے منتشر کی گئی اور جیسا کہ بائیبل سے ثابت ہے یہ لوگ دور دراز علاقوں میں پھیلا دیئے گئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وقلنا من بعدہٖ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاٰخرۃ جئنا بکم لفیفاً ہ (الاسراء ۱۰۴) کہ موسوی زمانہ کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم زمین کے مختلف حصّوں میں رہائش اختیار کرو۔ جب دوسرا وعدہ یا آخری زمانہ کا وعدہ آئیگا تو ہم تمہیں اکٹھا کر دیں گے۔

بائیبل میں بھی ایسے شذرے موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہود کا متفرق ممالک سے لاکر فلسطین میں جمع کر دیا جانا ایک تقدیر الٰہی ہے۔ ان کا یہ اجتماع ان کے لئے آخری امتحان کے طور پر ہے۔ اور یہ درحقیقت موعودِ کُل ادیان کے ظہور کے لئے بطور علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں یاجوج وماجوج کے خروج کے ذکر پر بھی فرمایا ہے واقترب الوعد الحق۔ اور اس جگہ یہود کے اجتماع کے سلسلہ میں فرمایا ہے فاذا جاء وعد الاٰخرۃ جئنا بکم لفیفاً۔ پس معلوم ہوا کہ الوعد الحق اور وعد الاٰخرۃ ایک ہی چیز ہے۔ جس طرح آخری زمانہ میں یاجوج وماجوج کا خروج مقدّر ہے اسی طرح فلسطین میں یہود کا اجتماع بھی مقدّر ہے اور ان دونو کا باہم ایک تعلق ہے۔ نیز یہ دونو امور اس بات کی علامت ہیں کہ آخری وعدہ ظاہر ہو چکا ہے اور قرآنی موعود مبعوث ہو گیا ہے۔

یاجوج وماجوج کی آخری جنگ کا مرکز

آسمانی نوشتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کی باہم ایک ہولناک جنگ ہوگی اور جن اسلحہ کے دبدبہ سے انہوں نے سارے ممالک کو مرعوب کر رکھا تھا وہ خود ان کا شکار ہو جائیں گے اور ان کی جنگی تیاریاں ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوں گی۔

یاجوج وماجوج پر آسمانی حجت کے پورا ہو جانے کے بعد ایسے سامان پیدا ہوں گے کہ وہ باہم لڑیں گے اور یہ لڑائی درحقیقت تو دونو کی تباہی کا موجب ہوگی مگر ان میں سے غالب فریق بھی بعد ازاں آسمانی عذابوں کا شکار ہو جائیگا۔ اور یہ سب کچھ اسی صورت میں ہوگا جب یہ قومیں حق یعنی دینِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار پر مُصِر رہیں گی۔

یاجوج وماجوج کی یہ جنگ کس علاقہ میں ہوگی اور کونسی سرزمین اس کا مرکز ہوگی اور آیا نہر سویز سے اس کا

کوئی تعلق ہوگا؟ اس سوال کے جواب کیلئے مندرجہ ذیل حوالجات ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) "اے آدم زاد! جوج کے برخلاف نبوت کر اور بول کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں۔ اے جوج روس اور مسک اور توبال کے سردار میں تجھے پلٹا دونگا اور تجھے لئے پھرونگا کر تو اُتر کی اطراف سے چڑھ آئے اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا اور تیری کمان جو تیرے ہاتھ میں ہے گرا دوں گا۔" (حزقیل $\frac{۳۹}{۱-۲}$)

(۲) "اور آخر کے وقت میں جنوب کا بادشاہ اس پر دھاوا کریگا اور شاہِ شمال رتھ اور سوار اور بہت جہاز لیکر گردباد کی مانند اس پر چڑھ آئیگا اور ان سرزمینوں میں داخل ہوگا اور اُمڈیگا اور گزریگا اور سرزمین جلیل میں بھی داخل ہوگا اور بہت گرائے جائیں گے مگر ادوم اور موآب اور بنی عمون کے خاص لوگ اسکے ہاتھ سے بچیں گے۔ اور وہ اپنا ہاتھ ملکوں پر چلائیگا اور ملک مصر بھی رہائی نہ پائیگا۔ پر وہ سونے چاندی کے خزانوں اور مصر کی ساری نفیس چیزوں پر قابض ہوگا اور لوبی اور کوشی اسکی پیروی کریں گے لیکن پورب کی اور اُتر کی اطراف سے افواہیں اسے حیران کرینگی اسلئے وہ بڑے غضب سے نکلیگا کہ بہتوں کو نیست نابود کرے اور وہ شاندار مقدس پہاڑ پر اپنی شاہی بارگاہ کو سمندروں کے درمیان برپا کریگا۔ پر وہ اپنی اجل کو پہنچیں گے اور اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔" (دانیال $\frac{۱۱}{۴۰-۴۵}$)

(۳) قرآن مجید کی سورۃ الرحمٰن میں ان آیات کے بعد جو ہم اُوپر نہر سویز کی پیشگوئی کے سلسلہ میں درج کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (سورۃ الرحمٰن: ۳۱-۳۶)

ترجمہ:- "اے جن وانس یا اے یاجوج وماجوج! دُنیا کی دو بوجھل یعنی بڑی طاقتو! ہم عنقریب تمہارے لئے فارغ ہونگے۔ تم اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے حدود سے تجاوز کر سکتے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ۔ یاد رکھو کہ تم ہمارے غلبہ سے باہر نہیں جا سکتے تم اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔ تم پر آگ کے شعلے اور پیتل برسایا جائیگا اور تم ایکدوسرے کی مدد نہ کر سکو گے۔ تم اپنے رب کی کس نعمت کی وجہ سے تکذیب کرتے ہو۔"

ان آیات پر تدبر کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کا نہر سویز سے تعلق ہے اور انکی بڑی جنگ میں اس کا دخل ہے۔ دونوں قومیں اپنے اپنے اقتدار اور اپنے اثر ورسوخ کو بڑھانے کے درپے ہونگی اور ایک دوسری پر غالب آنیکی کوشش کرینگی اسی دوران میں شعلہ باری اور شدید بمباری ان کی تباہی کا موجب بن جائیگی اور اگر یہ اپنی روش نہ بدلیں گی تو خدا کے قہر کا نشانہ بن جائیں گی۔

(۴) احادیث نبویہ میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج شام اور فلسطین کے علاقے پر ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"اوحی اللہ الی عیسٰی انی قد اخرجت

عباداً لی لایدان لاحدٍ بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج وماجوج وھم من کل حدبٍ ینسلون فیمرّ اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها ویمرّ آخرهم فیقول لقد کان بهٰذه مرة ماءٌ ثم یسیرون حتّٰی ینتهوا الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس " (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۴)

کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ پر وحی کریگا کہ میں نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جن سے جنگ کرنیکی کسی کو طاقت نہیں تو میرے بندوں کو طور کی پناہ گاہ میں لیجا۔ اللہ تعالےٰ یاجوج و ماجوج کو پیدا کریگا اور وہ ہر بلندی پر دوڑتے ہوئے غالب آ جائینگے۔ ان کا پہلا حصہ بحیرہ طبریہ پر گزریگا اس کا پانی پی لیں گے۔ انکا آخری حصہ کہیگا کہ یہاں پر پانی ہوا کرتا تھا۔ یہ چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ جبل الخمر تک پہنچ جائیں گے "

یہ لمبی حدیث کا ایک حصہ ہے۔ حدیث استعارات سے پُر ہے۔ مگر اس سے یہ بات بالبداہت ثابت ہے۔ کہ یاجوج و ماجوج کی آخری آویزش کے لئے ان کا تعلق شام و فلسطین سے ہوگا۔

(۵) دجال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تصرف الملائکة وجهه قبل الشام وهنالك يهلك۔ کہ فرشتے اس کا رُخ ملک شام کی طرف پھیریں گے اور وہ وہاں پر ہلاک ہو جائے گا۔

ان حوالجات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا معرکہ شام فلسطین اور مصر کے ممالک سے تعلق رکھتا ہے اور انہی سرزمینوں سے ایک ہولناک جنگ کا آغاز ہوگا۔ سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی کو مخاطب کرکے نہایت واضح الفاظ میں فرمایا تھا۔

"دنیا میں ایک حشر برپا ہوگا۔ وہ اوّل الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کرینگے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائیگی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کریگی۔ **ایک عالمگیر تباہی** آویگی۔ اور **ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام** ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب! اُسوقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اسکے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہونگے تم اس موعود کو پہچان لینا۔ یہ ایک بہت بڑا نشان پسر موعود کی شناخت کا ہے۔" (رسالہ تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۔ مطبوعہ ۱۹۲۱ء)

یہود اور مسلمانوں کی جنگ

یہ ایک حقیقت ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک پہلو اخفاء کا ضرور ہوتا ہے تا ایمان بالغیب قائم رہے لیکن یاجوج و ماجوج کے اِس آخری معرکہ کے بارے میں آسمانی نوشتوں میں بہت صراحت موجود ہے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن و بائیبل کے رُو سے آخری زمانہ میں یہود کا فلسطین میں جمع ہونا الٰہی تقدیر ہے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ روس اپنے لشکروں سمیت "اسرائیل کے پہاڑوں" میں آئیگا اور مصر تک اسکا نفوذ ہوگا۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ نہر سویز کے سلسلہ میں یاجوج و ماجوج کی ایک ہولناک جنگ ہوگی۔ یہ بھی اشارات موجود ہیں کہ ایک عارضی وقت تک دجالی طاقتوں کو غلبہ ہوگا۔ یاجوج اور ماجوج یعنی روس اور انگریزوں کی جنگ میں یاجوج کے آخری طور پر تباہ ہو جانیکی بھی خبر موجود ہے۔ اسوقت ماجوج یعنی انگریز قوم یہود سمیت قبلہ حق یعنی اسلام کے خلاف ایک آخری فیصلہ کن

جنگ یا معرکہ کیلئے میدان میں آجائینگے۔ اسی موقعہ کے متعلق حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے:۔

یتبع الدجال من یہود اصفہان سبعون الفاً علیہم الطیالسۃ۔ رواہ مسلم۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷۲)

کہ ستر ہزار جبہ پوش یہودی دجال کے ساتھ ساتھ ہونگے"

یہ جنگ جس شکل میں بھی ہو سچے مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوگی اور یہود اس موقعہ پر دجال یا یاجوج ماجوج کا آلہ کار ہوں گے۔

حقیقی مسلمانوں کے آخری غلبہ کی پیشگوئی

اس معرکہ کا انجام کیا ہوگا اس کیلئے بھی بائیبل اور قرآن مجید اور احادیث میں پیشگوئی موجود ہے۔ بائیبل میں لکھا ہے:

"میں ماجوج پر اور اُن پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانینگے کہ میں خداوند ہوں" (حزقیل ۳۹/۶)

قرآن مجید فرماتا ہے۔ یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران۔ کہ تم دونوں قوموں پر آگ کے شعلے برسائے جائینگے اور پیتل بوں کی صورت میں گریگا اور تم ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکو گے۔

پھر قرآن مجید فرماتا ہے۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون (الانبیاء) کہ زبور میں ہمارے نوشتہ کے مطابق اس سرزمین کے وارث آخر کار ہمارے نیک بندے ہونگے۔

یہ وعدۂ الٰہی مختلف رنگوں میں پورا ہوتا رہا ہے اور سورۃ انبیاء میں اس کا یاجوج وماجوج کی تباہی کی خبر کے بعد ذکر کرنا متعین کر دیتا ہے کہ یہ آخری زمانہ کے عباد اللہ الصالحون کے متعلق ہے جن کے بارے میں مسیح موعود پر وحی ہوگی۔ حرز عبادی الی الطور (مشکوٰۃ) کہ اے مسیح موعود! میرے بندوں کو طور پر جمع کر۔ یہی عباد ہیں جنکے آخری غلبہ کی خبر یرثہا عبادی الصالحون میں دی گئی ہے۔

حدیث نبوی میں ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جنگ کے سلسلہ میں فرمایا ہے:۔

لا تقوم الساعۃ حتی یقاتل المسلمون الیہود فیقتلہم المسلمون حتی یختبئ الیہودی من وراء الحجر والشجر فیقول الحجر والشجر یا مسلم یا عبد اللہ ھذا یہودی خلفی فتعال فاقتلہ الا الغرقد فانہ من شجر الیہود۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص۴۶۱)

ترجمہ:۔ قیامت نہیں آئیگی جب تک آخری مرتبہ مسلمانوں اور یہودیوں کی جنگ نہ ہو کہ مسلمان یہود کو شکست دیکر قتل کرینگے یہاں تک کہ جو یہودی درختوں یا پتھروں کے پیچھے چھپے ہوئے ہونگے انکے بارے میں پتھر اور درخت کہیں گے کہ اے عبد اللہ اے سچے مسلمان! یہ یہودی چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر دے۔ ہاں غرقد درخت ایسا نہ کریگا وہ یہود کا درخت ہے"

اس حدیث میں حجر وشجر سے مراد یہود کی جائے پناہ قومیں ہیں۔ اس زمانہ میں سب قومیں یہود سے بیزار ہونگی اور انہیں کسی جگہ پناہ نہ ملیگی۔ صرف دجال یا شجر الیہود ہی انکا ملجا ہوگا۔ مگر وہ خود آخرکار یذوب کما یذوب الملح فی الماء اسی طرح پگھل جائیگا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

آخری خوشخبری

یہ پیشگوئیوں کا ایک مجمل خاکہ ہے۔ چونکہ یہ آئندہ کے واقعات ہیں اسلئے سوائے خدائے علام الغیوب کے انکی آخری صورت کو اور کوئی بیان نہیں کرسکتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ الٰہی نوشتوں کے مطابق اب وہ وقت آنیوالا ہے جب توحید کو غلبہ ہوگا اور اسلام تمام دنیا پر غالب آجائیگا اور سچے مسلمانوں کو عزت و عظمت نصیب ہوگی +

غیبت

احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں

(از جناب شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی لاہور)

{ ذیل کا مفید اور تربیتی مقالہ مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی مولوی فاضل نے انصار سلطان القلم لاہور کی مجلس میں سنایا جسے شکریہ کے ساتھ الفرقان میں شائع کیا جاتا ہے ——— (ایڈیٹر) }

غیبت ایک ایسی مہلک اور خطرناک بیماری ہے کہ جس فرد بشر کو لگ جائے اس کے اخلاق اور ایمان کو تباہ و برباد کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ یہ نہ صرف خود ایک مستقل بیماری ہے۔ بلکہ اور ہزاروں بیماریوں کی جڑ ہے جھوٹ۔ کینہ۔ تنگ نظری۔ چغل خوری۔ نکتہ چینی۔ بدگمانی کبر و نخوت۔ خود پسندی یہ سارے عیوب اگر بیک وقت ایک شخص میں جمع ہو سکتے ہیں۔ تو غیبت کرنے والے میں غیبت گھن کی طرح اندر ہی اندر انسان کے اخلاق اور ایمان کو کھائے جاتی ہے۔ اور آخر ایک وقت ایسا آتا ہے۔ جب انسان کے اخلاق بالکل نابود ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور ایمان کی کوئی رمق اور علامت اس کے اندر نہیں رہتی۔

غیبت کرنے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے سخت الفاظ فرمائے ہیں۔ اور اس کو ایسا جرم قرار دیا ہے۔ جس کی سزا معمولی نہیں بلکہ بڑی سخت رکھی گئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان ان تمام احکامات کو جانتے ہوئے اور ان تمام سزاؤں کا علم رکھتے ہوئے پھر بھی اس ناپاک چیز سے باز نہیں آتے۔ محض مزے لینے کی خاطر وہ ایک دوسرے کی برائیاں کرتے ہیں دوسرے لوگ مزے لے لے کر ان باتوں کو سنتے ہیں۔ اور کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ ایک روز احکم الحاکمین کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے۔ جہاں وہ ان سے پوچھے گا۔ کہ جب میں نے واضح الفاظ میں تمہیں اس چیز سے منع کر دیا تھا۔ میرے رسول نے ہر ممکن طریقہ سے اس کی برائیاں کھول کر بیان کر دی تھیں تو پھر تم نے غیبت سے اجتناب کیوں نہیں کیا۔ اور کیوں اپنے بھائیوں کا گوشت کھانے میں مشغول رہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ غیبت کے بارے میں احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی کا تفصیل سے ذکر کر دیا جائے اور اخلاقی نقطۂ نظر سے بھی اس کی خرابیاں بیان کر دی جائیں۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چل سکے کہ جس چیز کو وہ بہت معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں وہ درحقیقت کس قدر خطرناک اور تباہ کن چیز ہے۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا
من الظن ان بعض الظن اثم ولا
یغتب بعضکم بعضا۔ ایحب احدکم

اَن یاکُل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ
(الحجرات رکوع ۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم بدظنی سے بہت زیادہ بچو۔ بعض دفعہ بدظنی گناہ کا درجہ رکھتی ہے۔ نیز (دوسروں کی کمزوریوں اور عیوب کی) ٹوہ میں نہ رہا کرو۔ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یقیناً تم اس بات کو ناپسند کرو گے۔

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے غیبت کرنیوالوں کو ایسا قرار دیا ہے۔ گویا وہ اپنے مردہ بھائیوں کے بدن سے گوشت نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔ دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا۔ جو یہ کام کر سکے۔ غیبت کرنا بھی اپنے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے لیکن افسوس کہ اس وقت کسی کو اس بات کا خیال نہیں آتا کہ اس سے کیسا مکروہ اور ناپاک کام سرزد ہو رہا ہے۔

حدیث میں آتا ہے:۔

عن ابن عباس ان رجلین صلّیا
صلوٰۃ الظھر والعصر وکان صائمین
فلمّا قضی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم
الصلوٰۃ قال اعیدوا وضوءکما و
صلوٰتکما وامضیا فی صومکما و
اقضیا یوما اٰخر فقال لم قال اغتبتم فلاناً (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر و عصر کی نماز پڑھی۔ وہ دونوں روزے سے بھی تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو آپ نے دونوں سے فرمایا کہ اپنے وضو پھر کرو۔ نماز دوبارہ پڑھو۔ روزوں کو توڑو مت لیکن کسی دوسرے روز ان کی قضا بھی کرو۔ انہوں نے پوچھا حضور کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ اس لئے کہ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔

قارئین کو اس حدیث سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ غیبت کتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ اس کے ارتکاب سے نہ نماز قائم رہتی ہے۔ اور نہ روزہ۔ نماز اور روزہ خدا تعالےٰ نے اس لئے مقرر کئے ہیں۔ تا انسان اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دور کر سکے۔ گناہوں اور معاصی سے بچ سکے۔ اور اس طرح ایمان اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کر سکے۔ لیکن اگر وہ نماز اور روزہ کی حقیقی روح کو بھول جاتا ہے۔ اور ان باتوں کا ارتکاب کرتا ہے جن سے خدا تعالےٰ نے صریحاً اور بڑی سختی سے منع کیا ہوا ہوتا ہے۔ تو پھر اس کی نماز اور اس کے روزہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے دربار میں اس کی کوئی قیمت نہیں۔

احادیث میں غیبت کا درجہ زنا سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر بتایا گیا ہے۔ توبہ سے زنا کا گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ لیکن غیبت ایک ایسا گناہ ہے۔ کہ وہ توبہ سے بھی معاف نہیں ہو سکتا۔ جب تک پہلے اس شخص سے سچے دل سے معافی نہ مانگی جائے۔ جس کی غیبت کی گئی ہے۔ اور وہ شخص اس کو معاف نہ کر دے۔ اس وقت تک اس کی توبہ خدا تعالےٰ کے دربار میں شرفِ قبولیت حاصل نہ کر سکے گی۔ حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:۔

عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنھما قالا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ
اشدّ من الزنا۔ قال انّ الرجل لیزنی فیتوب
فیتوب اللہ علیہ وانّ صاحب الغیبۃ
لایغفر لہٗ حتّٰی یغفرھا لہ صاحبہٗ۔
(مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعیدؓ اور حضرت جابرؓ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت کا درجہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ اگر زنا کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی چاہے اور توبہ کرے۔ تو خدا تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے اور اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کی بخشش اور معافی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہے۔ وہ اسے معاف نہ کر دے۔

خدا تعالیٰ انتہائی رحیم۔ مہربان۔ ستار اور غفار ہے۔ جب کوئی بندہ سچے دل سے اس کے آستانہ الوہیت پر گر کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔ تو وہ انتہائی مہربانی سے کام لیتے ہوئے اس کے گناہوں کو خواہ وہ کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں۔ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن جیسا کہ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو۔ وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہوتا ہے۔ وہ تبھی معاف کئے جاتے ہیں۔ جب ان کی تلافی اسی دنیا سے کر دی جائے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر قرضہ ادا نہ کرنے کا گناہ معاف نہیں ہوتا۔ یہی حال غیبت کا بھی ہے۔ غیبت کا تعلق حقوق اللہ سے نہیں بلکہ حقوق العباد سے ہے۔ چنانچہ یہ گناہ بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتا۔ جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے۔ وہ اسے معاف نہ کر دے۔

غیبت ایک ایسا مرض ہے۔ کہ جب چمٹ جائے تو پیچھے کا نام نہیں لیتا۔ غیبت کرنے والے اشخاص کی یہ عادت ہوتی ہے۔ کہ جب وہ آپس میں ملیں گے تو ناممکن ہے۔ کہ ان کی گفتگو غیبت۔ نکتہ چینی اور عیب جوئی سے خالی ہو۔ دن میں بیسیوں دفعہ غیبت کے بازار گرم ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات اپنے دلوں میں غور کریں کہ وہ آج کے دن تک کتنے ہزار لوگوں کی غیبتیں کر چکے ہیں۔ اور کیا ان کی طاقت میں ہے۔ کہ وہ ان سب سے معافی مانگ سکیں۔ انسان دن میں سینکڑوں مرتبہ دوسرے لوگوں پر رائے زنی کرتا ہے۔ لیکن رات کو اسے یاد بھی نہیں رہتا کہ آج دن میں میرے تبصروں میں کون کون اصحاب شامل رہے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن ہر انسان کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے۔ وہ تمام نکتہ چینیاں، عیب جوئیاں اور غیبتیں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی ہوئی اس کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ اور ہر شخص جس کی غیبت کی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ سے دادخواہ ہو گا۔ کہ اس کی فریاد رسی کی جائے۔ اس وقت اس شخص کے پاس کیا جواب ہو گا؟ وہ یہ کہہ کر اپنا پیچھا ہرگز نہ چھڑا سکے گا۔ کہ اے خدا میں نے جو کچھ اس کے متعلق کہا وہ جھوٹ نہیں بلکہ سچ تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول نے پہلے ہی اس امر کو واضح کر دیا تھا۔ کہ غیبت کہتے ہی اس کو ہیں۔ کہ کسی شخص کے وہ عیوب بیان کئے جائیں۔ جو فی الحقیقت اس میں پائے جاتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال اتدرون ما الغیبۃ
قالوا اللہ ورسولہ اعلم۔ قال
ذکرک اخاک بما یکرھہ۔ قیل
افرأیت ان کان فی اخی ما اقول
قال ان کان فیہ ما تقول فقد
اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما
تقول فقد بھتّہ۔ (مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور

اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اگر اس کے سامنے ایسا ہی ذکر کیا جاتا تو وہ برا مناتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ حضور اگر اپنے بھائی کے متعلق وہی بات بیان کی جائے۔ جو اس میں پائی جاتی ہو۔ تو تب بھی غیبت شمار ہوگی؟ حضور نے فرمایا۔ غیبت تو دراصل اسی کا نام ہے ورنہ اگر تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی باتیں کہو۔ جو اس میں پائی نہ جاتی ہوں۔ تو تم اس کی غیبت نہیں کروگے۔ بلکہ اس پر بہتان باندھوگے۔

دنیا میں اگر انسان کے کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ مارے تکلیف کے بےچین ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی پھانس اس کے کسی عضو بدن میں لگ جائے تو انسان کو اس وقت تک چین نہیں آتا۔ جب تک وہ اس کے بدن سے نکال نہ لی جائے۔ لیکن وہ بڑے اطمینان سے اس ہولناک سزا کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ جو غیبت کرنے کی پاداش میں اس کو آخرت میں دی جائے گی۔ وہ سزا کیا ہوگی؟ وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے:۔

عن انسؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج
بی ربی مررت بقوم لهم اظفار
من نحاس یخمشون وجوههم
وصدورهم فقلت من هؤلاء
یا جبریل قال هؤلاء الذین
یأکلون لحوم الناس ویقعون
فی اعراضهم۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی۔ تو میں ایک قوم کے پاس سے گذرا جن کے ناخن تانبے کے تھے۔ اور وہ اپنے ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل چھیل کر لہولہان کر رہے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔

خدا کی پناہ کیا کوئی انسان اس بات کا تصور بھی اپنے متعلق کر سکتا ہے۔ کہ اس کے ناخن تانبے کے ہوں اور وہ ان کے ذریعہ اپنے منہ اور سینے کو چھیلے۔ کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی ایسا کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔ کجا یہ کہ سینکڑوں اور ہزاروں سال تک وہ برابر اس کام میں مبتلا رہے۔ اور اپنے آپ کو اس دردناک عذاب میں مبتلا رکھے۔ جس کا خیال آتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انسان دوسرے گناہ کرتا ہے۔ تو اس میں اس کا اپنا کوئی دنیوی فائدہ بھی مدنظر ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی فائدہ ہی اس کو اس گناہ کے کرنے پر ترغیب دیتا ہے۔ اور وہ اس کے لالچ میں آخرت کے عذاب کو بھول جاتا ہے۔ لیکن غیبت کا تو کوئی فائدہ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے انسان کو ایک ذہنی لذت محسوس ہوتی ہے۔ پھر آخر انسان ایک محض بے فائدہ چیز کے پیچھے کیوں اپنا ایمان کھوئے اور اخروی عذاب کا مستحق بنے۔ ایسی باتیں آخرت کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر انسان ہر کام کرتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھے کہ جو عمل میں یہاں کروں گا۔ آخرت میں جا کر مجھے اس کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔ تو اسے ہرگز جرأت نہ ہو کہ وہ کوئی ایسا کام کرے۔ جس کا خمیازہ اسے بعد میں بھگتنا پڑے۔ دنیا میں انسان ایک معمولی کام کرنے سے پیشتر سو بار اس کے نشیب فراز پر غور کرتا ہے۔ تا کہیں اس کو نقصان نہ اٹھانا

پڑے۔ جس کام میں بھی اسے نقصان کا کوئی پہلو نظر آتا ہے۔ وہ فی الفور اسے ترک کر دیتا ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ وہ اپنے کاموں میں کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا۔ کہ آخرت میں مجھے اس کا نقصان ہوگا یا فائدہ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بدیوں پر دلیر ہوتا چلا جاتا ہے۔

دنیا میں ہر انسان میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں سوائے انبیاء اور خاص صلحاء کے اور کوئی ایسا شخص روئے زمین پر نہ ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ جو کمزوریوں سے پاک ہو۔ لیکن انسان اپنی کمزوریوں اور اپنے اندر پیدا شدہ بدیوں اور خرابیوں کو تو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے خواہ وہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ لیکن دوسرے کی معمولی معمولی خرابیاں اور کمزوریاں اسے فوراً نظر آجاتی ہیں۔ اور وہ مزے لے لے کر انہیں دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اپنے بھائی کی جن خرابیوں کا ذکر وہ اپنے ساتھیوں کے سامنے بڑے طمطراق سے کر رہا ہوتا ہے۔ وہی خرابیاں اور برائیاں خود اس کی ذات میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔ لیکن اپنی ان خرابیوں کی طرف اس کی نظر کبھی بھول کر بھی نہیں اٹھتی اور وہ اپنے آپ کو ان برائیوں سے بالکل مبرا سمجھتا ہے۔ حالانکہ اگر انسان ارشادِ نبوی لیحجزك من الناس ما تعلم من نفسك (جن خرابیوں کو تو اپنے نفس میں محسوس کرتا ہے۔ وہ اگر دوسرے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو اپنی بدیوں کا خیال کرتے ہوئے تو ان کو بیان کرنے سے باز رہ) پر عمل کرے۔ اور کسی کی برائیاں بیان کرنے سے پیشتر یہ سوچ لیا کرے۔ کہ میں جو دوسروں کی برائیاں بیان کر رہا ہوں۔ تو کیا میں سب برائیوں اور بدیوں سے محفوظ ہوں؟ تو کبھی اسے اس بات کی جرأت نہ ہو کہ وہ دوسروں کے عیوب بیان کرے کوئی انسان یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ مجلسوں میں بیٹھ کر اس کی برائیاں کریں۔ اور اس کے عیوب بیان کر کرکے خوش ہوں۔ لیکن اپنی مرتبہ انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اور بڑی بے فکری کے ساتھ دوسرے کے عیوب کا تذکرہ چھیڑ دیتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا تھا۔

"عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری عیب جوئی بھی کی جائے گی۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے۔ اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا۔ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے۔ تو تو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے۔ کہ لا تیری آنکھ سے تنکا نکال دوں۔ اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال۔ پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔"

غیبت

اخلاقی نقطۂ نظر سے

غیبت صرف مذہبی نقطۂ نگاہ سے نہیں۔ بلکہ عام اخلاق کی رو سے بھی انتہائی قابلِ نفرت ہے سب سے اوّل دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آیا ایک جہان جو اس چیز میں گرفتار ہے۔ ہر فرد بشر اس میں آلودہ ہے۔ اور اس سے کوئی مجلس بھی خالی نہیں۔ آیا اس قدر عام ہونے کے باوجود اس کا کوئی فائدہ بھی ہمیں نظر آتا ہے۔ یا یہ محض تسکین ذہنی اور تلذذ نفسانی کا ایک ذریعہ ہے۔ انسان ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جس

میں اسے فائدہ کی کوئی صورت نظر آئے۔ خواہ وہ فائدہ جسمانی اور دنیاوی ہو یا روحانی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اسے بعد میں نقصان اٹھانا پڑے۔ لیکن وہ جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہیں کرتا۔ جس میں اسے نقصان سے دوچار ہونا پڑے وہ ہمیشہ اپنے فائدہ کا پہلو مدنظر رکھتا ہے۔ اور نقصان سے خواہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ بچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن غیبت ایک ایسی چیز ہے کہ وہ شخص بھی جس کے دن رات دوسروں کی برائیاں کرنے میں گزرتے ہوں۔ اس کا کوئی ایک فائدہ بھی نہیں بتا سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی کی غیبت کرنے کی وجہ سے سننے والوں نے اس برائی سے توبہ کر لی ہو جس برائی کی وجہ سے غیبت کی جا رہی تھی یا جس شخص کی غیبت کی جا رہی تھی۔ اس نے اپنی برائیوں اور عیوب کی اصلاح کر لی ہو۔ اگر کبھی ایسا ہوتا۔ تو مانا جا سکتا تھا۔ کہ واقعی غیبت کا کوئی فائدہ ہے۔ لیکن ہمیں دنیا میں اس کے برعکس ہی نظر آتا ہے۔ بجائے اس کے کہ غیبت کی وجہ سے کسی شخص کی کوئی اصلاح ہو۔ الٹا گناہوں میں دلیری اور برائیوں میں زیادتی ہی ہوتی جاتی ہے کبھی کسی شخص نے اپنی غیبت سے متاثر ہو کر اپنے اندر پیدا شدہ عیوب کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ اس ضد میں کہ میری کیوں غیبت کی گئی ہے۔ وہ گناہوں میں اور زیادہ دلیر ہی ہوتا چلا گیا ہے۔ اور نہ کبھی غیبت کرنے والے نے اپنے دل میں اس بات پر غور کیا ہے کہ میں جو دوسروں کی غیبت کر رہا ہوں۔ مجھ میں بھی بے حد عیوب موجود ہیں۔ مجھے ان کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ تاکہ مجھ پر کوئی شخص حرف گیری نہ کر سکے۔ غرضیکہ غیبت کا بازار گرم رہتا ہے لیکن نہ غیبت کرنے والے کی کوئی اصلاح ہوتی ہے نہ سننے والوں کی اور نہ جس کی غیبت کی گئی ہے۔ اس کی نہ اس سے کوئی روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ نہ جسمانی۔ اور نہ دنیاوی باقی رہا نقصان تو اس کی جو ہولناک سزا آخرت میں ملیگی۔ اس کا ذکر کرنے سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اخلاقی نقطۂ نظر سے جن نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کا ذکر آئندہ سطور میں ہوگا۔ پھر انسان ایک بے فائدہ چیز کے پیچھے اپنا وقت اور اپنا ایمان کیوں ضائع کرے۔ اپنے اخلاق کو بٹہ لگائے اور اس طرح اپنی آخرت کو بگاڑنے کا موجب ہو۔

اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ عیوب سے دنیا کا کوئی عام بشر خالی نہیں ہے۔ ہر شخص میں عیوب اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ نقائص سے پاک ہے۔ صرف انبیاء اور خاص صلحاء کو یہ بات حاصل ہے۔ کہ وہ ہر قسم کے عیوب اور گناہوں سے مبرا ہوتے ہیں۔ اور کسی شخص کے متعلق یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ غیبت کرنے والے حضرات اگر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اگر وہ تنہائی اور خلوت میں۔ رات کے اندھیروں میں سچے دل سے اپنے نفس کا جائزہ لیں۔ تو انہیں معلوم ہوگا۔ کہ وہ جو دوسروں کو الزام دیتے ان کا مذاق کرتے اور ان پر حرف گیری کرتے نہیں تھکتے خود ان کا دامن برائیوں سے کس قدر پاک ہے۔ اور وہ جو دوسروں کا گند بیان کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں وہ خود کس قدر گناہوں کی گندگی میں ملوث ہیں۔ بقول شخصے "جو لوگ اس طرح منہ بھر بھر کر دوسروں کو برا کہتے ہیں وہ اگر اپنے نفس کا احتساب کریں تو پائیں گے کہ انہیں کے خیال کے مطابق دوسروں کی آنکھ میں ناخنہ ہیں۔ تو ان کی اپنی آنکھ میں ٹھنٹ دوسروں کو خارش ہے تو ان کو کوڑھ۔ دوسروں کو خفقان ہے تو ان کو جنون اور جنون بھی مطبق۔ مگر خدا نے دلوں پر مہر لگا دی ہے ان کو دوسروں کے عیوب دیکھنے سے فرصت نہیں۔ کہ اپنے عیوب پر نظر کریں۔ اپنی نجات سے ایسے مطمئن ہیں کہ عشرۂ مبشرہ کو بھی ایسا ایمان نصیب نہ ہوا ہوگا۔"

یہ یقینی اور قطعی بات ہے۔ کہ وہ لوگ جو دوسروں کی برائیاں کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ جو غیبت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اور جو ہمیشہ دوسروں میں کیڑے نکالنے ہی میں مصروف رہتے ہیں۔ خود ان کی اپنی اخلاقی حالت انتہائی خراب ہوتی ہے۔ ہر قسم کی بدیاں اور خرابیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ ہر قسم کے گناہوں سے وہ آلودہ ہوتے ہیں۔ اور اپنی گندی اخلاقی حالت بدیوں اور گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ غیبت کو کام میں لاتے ہیں تا دوسروں کی برائیاں لوگوں کے سامنے لا کر اپنے گناہوں کو ان سے پوشیدہ رکھ سکیں۔ اور اگر پہلے سے ان کی حالت ایسی نہیں ہوتی تو غیبت کرنے کی پاداش میں ان کو یہ سزا ملتی ہے۔ کہ ان کی اپنی اخلاقی اور دینی حالت انتہائی ابتر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو شخص دوسروں کی نقص نکالنے میں مشغول رہتا ہے۔ وہ نہیں بچ سکتا جب تک خود اس میں بھی کیڑے نہ نکالے جائیں۔ اور جو شخص دوسروں کی عیب جوئی اور بدگوئی میں مبتلا رہتا ہے وہ نہیں بچ سکتا۔ جب تک اس کی عیب جوئی اور بدگوئی نہ کی جائے۔ وہ شخص جس کا اپنا دامن ہر قسم کی گندگیوں سے آلودہ اور ناپاک رہتا ہے۔ وہ آخر کس طرح اس بات کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ دوسروں کے متعلق اس بات کا طعنہ دے۔ کہ اس میں فلاں فلاں قسم کے نقص موجود ہیں۔ وہ شخص جو دوسروں کے عیوب بیان کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ خود عیوب اور برائیوں سے پاک ہے۔ کیا اس کا نفس اسے یہ نصیحت نہیں کرتا کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ غیبت کرنے والا اپنی لغزشوں اور اپنے اندر پیدا شدہ برائیوں کو تو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں کے متعلق اس ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ کہ ان کی کوئی برائی یا عیب اسے معلوم ہو تو وہ نمک مرچ لگا کر اپنے ساتھیوں سے بیان کرے۔ اور ان کا استہزاء اور مذاق اڑائے۔ جو اشخاص غیبت کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ان کی خاص طور پر یہی کوشش ہوتی ہے کہ دوسروں کے عیوب کی تلاش میں رہا جائے اور ان کی کوئی برائی ایسی نہ ہو جو بیان کرنے سے رہ جائے۔ قطع نظر دینی پہلو کے اخلاقی نقطہ نظر سے بھی یہ بات اتنی قابلِ نفرت ہے جس کی حد نہیں۔ اس بات سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ہر انسان غلطی اور لغزش کا پتلا ہے ہر انسان میں عیوب پائے جاتے ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ انسان ان عیوب کی ٹوہ میں لگا رہے۔ اور اسی بات کا منتظر رہے۔ کہ کب موقعہ ملے کہ وہ انہیں دوسروں کے سامنے بیان کر کے اس کی ہنسی اڑائے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کو ان برائیوں سے مطلع کر کے اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ مگر انسان اپنے بھائی کی برائیوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ نصیحت اور پند و موعظت کے ذریعہ ان نقائص کی اصلاح کرے جو اس کے بھائی میں پائے جاتے ہیں تا اس کی اپنی کمزوریاں بھی دور ہو سکیں۔ اور اس کے بھائی کے عیوب کی اصلاح بھی ہو سکے۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ غیبت کرنے والا ان برائیوں کو دور کر سکے۔ جو خود اس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ جب وہ غیبت کرتا ہے تو اپنی برائیاں اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اپنی برائیاں بھی اس کی آنکھوں کے سامنے موجود رہیں۔ اور وہ دوسروں کی غیبت بھی کرتا رہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی شوخیوں برائیوں۔ گناہوں اور عیوب میں زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک گناہ کرنے سے دوسرا گناہ کرنے پر رغبت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا گناہ کرنے پر تیسرا گناہ

کرنے کی رغبت۔ تیسرا گناہ کرنے پر چوتھا گناہ کرنے کی رغبت۔ غرض اس طرح یہ سلسلہ لامتناہی چلتا چلا جاتا ہے۔ جو سیاہ نقطہ اوّل روز اس کے دل پر لگا تھا۔ وہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور آخر ایک روز ایسا آتا ہے۔ جب اس دل مکمل طور پر سیاہ ہو چکا ہوتا ہے۔ یہی روز اس کی روحانی موت کا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب وہ دوسروں کی غیبت کرتا اور ان میں عیب نکالتا ہے تو کوئی شخص اس سے یہ نہیں کہتا کہ بھائی تو پہلے اپنی اصلاح تو کر لے دوسروں کی فکر بعد میں کیجیو۔

انسان کا اصل منتہائے مقصود خدا تعالےٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا معمولی بات نہیں۔ بلکہ اس کے لئے بڑے مجاہدے اور تگ و دو کی ضرورت ہے۔ تمام سفلی جذبات کو مارنے اور اپنی توجہ ہمہ تن خدا تعالےٰ کی طرف منعطف کر دینے سے ہی گوہر مقصود مل سکتا ہے۔ لیکن جو شخص یہ چاہے۔ کہ بغیر کسی محنت و مشقت اور تکلیف اٹھانے کے وہ خدا تعالیٰ کے قریب ہو سکتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس سے محبت کا سلوک کر سکتا ہے۔ تو وہ شخص بہت بڑے دھوکہ میں مبتلا ہے۔ جو شخص رات دن غیبت میں مشغول رہتا ہے۔ اس کی ہر مجلس میں دوسروں کی برائیاں ہی بیان ہوتی رہتی ہیں۔ جس سے وہاں کی روحانی فضا سخت مکدر ہو چکی ہوتی ہے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اس مجلس میں خدا تعالےٰ کے فرشتے بھی نازل ہوں۔ اور اہل مجلس کو خدا تعالیٰ کا ذکر و اذکار کرنے کی طرف متوجہ کریں یقیناً ایسی مجلس خدا تعالےٰ کے ذکر سے ہمیشہ خالی رہتی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے نور کی کوئی کرن وہاں داخل ہو کر مجلس کو روشن اور منور نہیں کر سکتی۔ خدا تعالےٰ کے فرشتے انہی مجلسوں میں نازل ہو کر ان کو منور کرتے ہیں جن کی فضائیں پہلے سے خدا تعالےٰ کے نور سے امنڈی

کے لئے سازگار ہو چکی ہوتی ہے۔ جہاں غیبت کے بازار گرم نہیں ہوتے۔ جہاں دوسروں پر کیچڑ نہیں اچھالا جاتا۔ جہاں اپنے بھائیوں پر نکتہ چینی نہیں کی جاتی۔ بلکہ وہاں خدا تعالےٰ کا ذکر ہی بلند ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی کی تسبیح و تحمید میں اہل مجلس اپنے لیل و نہار گزارتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فرشتے اسی شخص کے دل پر اتر کر اسے روشن کرتے ہیں۔ جو اپنی ذاتی رنجشوں کو بھول کر دوسروں کے عیوب سے قطع نظر کر کے صرف اپنی کمزوریوں کے دور کرنے میں مصروف اور خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔

جس شخص کا دل صاف و مطہر اور ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو اسی پر خدا تعالےٰ کے نور کا پرتو پڑتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی کی زندگی کے تاریک پہلو ہی کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور روشن پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔ کیا اس کا دل آلائشوں سے پاک و صاف ہو سکتا ہے؟ خدا تعالےٰ نے نیکی اور بدی دونوں کو قبول کرنے کی استعداد انسان میں رکھی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص میں بظاہر برائیاں نظر آتی ہیں۔ اس میں نیکیاں نہ ہوں گی۔ اور جو شخص برے کام کرتا نظر آتا ہے۔ وہ شخص کبھی اچھے کام نہ کرتا ہو گا۔ اگر کسی شخص میں برائیاں موجود ہیں تو یقیناً اس میں نیکیاں بھی موجود ہوں گی۔ اگر کوئی شخص بُرے کام کرتا ہے تو یقیناً وہ بسا اوقات نیک کام بھی کرتا ہو گا۔ لیکن کس قدر افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ غیبت خور کی نظر برائیوں اور عیوب پر تو فوراً پڑتی ہے۔ لیکن اس کی نظر نیکیوں پر کبھی نہیں پڑتی۔ اس کی کوئی ایک برائی اور عیب نظر آنے پر فوراً اس کا تذکرہ مجلس میں آ جائے گا۔ لیکن اس کی بیسیوں نیکیاں نظر آنے پر ان کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے گا۔ اور مجلس میں

یہ ظاہر کیا جائے گا۔ کہ گویا وہ شخص سرتاپا غلاظت، گندگی اور عیوب کا مجسم ہے۔ اور نیکی کے لئے اس میں راہ پانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ حالانکہ دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ اگر اس کی برائیاں نظر آنے پر اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ان کو بیان کر دیا جاتا۔ تو اس کی نیکیاں نظر آنے پر ان کا بھی تذکرہ کیا جانا چاہئیے تھا تا سامعین کو پتہ چلتا کہ ان کا بھائی محض عیوب اور گندگی کا مجسمہ نہیں ہے۔ بلکہ جہاں اس میں برائیاں پائی جاتی ہیں۔ وہاں اس میں نیکیاں بھی موجود ہیں۔ لیکن کوئی بھی غیبت کرنے والا ایسا نہیں ہے جو اپنے بھائی کی برائیوں کے ساتھ اس کی نیکیوں کا بھی تذکرہ کرے۔ اور یہی ذہنیت سامعین کی بھی ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی تعریف کی جائے تو وہ بہت ہی بیزاری کے ساتھ اس کو سنتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کی برائی بیان کی جائے۔ تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور دوسروں کی برائیاں سن کر اس طرح خوش ہوتے ہیں گویا انہیں کوئی بڑا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ پھر وہ بات سن کر اسے اپنے تک ہی محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ باہر جا کر اور بھی مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔

غیبت کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ غیبت کرنیوالا اپنے بھائی کی برائی کو اسی حد تک محدود نہیں رکھتا جس حد تک وہ برائی اس میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ خوب نمک مرچ لگا کر اس کو بیان کرتا ہے۔ کیونکہ جب تک نمک مرچ لگا کر اور خوب بڑھا چڑھا کر مبالغہ کے ساتھ برائی کو بیان نہ کیا جائے۔ اس وقت تک غیبت کا مزا نہیں آتا۔ غیبت کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامعین کو اس شخص سے قرار واقعی نفرت دلائی جائے جس کی غیبت کی جا رہی ہے۔ لیکن اگر اس کی برائی کو اسی حد تک محدود رہنے دیا جائے جس حد تک اس میں پائی جاتی ہے۔ تو پھر یہ مقصد حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ کسی شخص سے نفرت دلانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کو برائیوں کے شاہکار کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اس طرح پر برائیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے اور اصل حقیقت کو مسخ کرنے سے غیبت غیبت کے درجہ میں نہیں رہتی بلکہ اس سے بھی ایک درجہ اوپر یعنی بہتان کے درجہ پہنچ جاتی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ غیبت کرنے والا دوسروں کی برائی بیان کرتا ہے۔ جو بطور خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔ بلکہ وہ جھوٹ اور بہتان کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ جو اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ ایسا شخص جو اپنے بھائی کے خلاف دوسرے لوگوں میں نفرت اور حقارت کے جذبات پھیلائے اور مزید برآں اس مقصد کے لئے جھوٹ اور بہتان کو بھی کام میں لائے اور ان کے استعمال سے بھی نہ ہچکچائے وہ نہ صرف خدا تعالیٰ کا مجرم ہے۔ بلکہ سوسائٹی کا بھی مجرم ہے یہی وجہ ہے کہ غیبت کرنے والے کی کہیں بھی عزت نہیں کی جاتی بلکہ ہر جگہ اسے ذلیل ہی سمجھا جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ لوگ اس کے منہ پر کچھ نہ کہیں لیکن دل میں وہ اس کے خلاف سخت نفرت کے جذبات رکھتے ہیں اور اپنے دل میں خیال کرتے ہیں۔ کہ آج یہ شخص ہمارے سامنے بیٹھ کر کسی اور شخص کی برائیاں بیان کر رہا ہے کل کو یہی شخص دوسروں کے سامنے بیٹھ کر اور کچھ ممکن نہیں اسی شخص کے سامنے بیٹھ کر جس کی یہ آج غیبت کر رہا ہے۔ ہماری برائیاں بیان کرنی شروع کر دے گا۔ اور آج یہ جو ہمیں اپنا معتمد علیہ ظاہر کر رہا ہے کل کو ہم میں ہی عیب تلاش کرنے اور کیڑے نکالنے شروع کر دے گا۔ اس طرح وہ پرائی بدشگونی میں اپنی ناک کٹا بیٹھتا ہے۔ اور اپنا بھرم اور اپنی عزت و رفعت کھو بیٹھتا ہے۔ کسی سوسائٹی میں اس کی عزت نہیں ہوتی

اور کسی مجلس میں وہ احترام کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ لوگ اپنے راز اور بھید اس سے چھپاتے ہیں۔ کہ کہیں وہ انہیں افشا نہ کر دے۔ وہ اس سے کبھی کھل کر بات نہیں کرتے مبادہ وہ کوئی نقص تلاش کر کے در بدر اس کا چرچا کرتا پھرے جس شخص کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ آخرت میں اس کی یہ سزا ہوگی۔ کہ وہ تانبے اور لوہے کے ناخنوں سے اپنے منہ اور جسم کو چھیل چھیل کر لہو لہان کرے گا۔ اور سوسائٹی میں اس کی یہ قدر و منزلت ہو کہ کسی جگہ بھی اسے عزت و احترام کا مستحق نہ سمجھا جائے بلکہ ہر جگہ اسے ذلیل سمجھ کر اس سے نفرت کا برتاؤ کیا جائے وہ آخر کس بوتے پر ایسی مکروہ چیز کا ارتکاب کرتا ہے جو اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرتی ہے۔

انسان کو ہمیشہ وسیع القلب اور عالی حوصلہ ہونا چاہیئے۔ نیک اور شریف آدمی کی یہی خصلتیں ہیں۔ کینہ تنگ دلی اور تنگ نظری کمینہ آدمیوں کی خصلتیں ہوتی ہیں۔ جو شخص غیبت کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ نہ عالی حوصلہ ہوتا ہے۔ اور نہ وسیع القلب۔ بلکہ کینہ، تنگ نظری اور تنگ دلی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ شریف انسانوں کی یہ خصلت ہوتی ہے۔ کہ جب وہ کسی میں کوئی برائی دیکھے اپنی نظریں نیچی کر لے۔ اور کبھی اس کے متعلق کوئی حرف زبان پہ نہ لاوے۔ وہ اپنے اس بھائی کو صدق دل سے اس برائی سے منع کرتا ہے اس کو نصیحت کرتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ شخص متاثر ہو کر برائی سے باز آجاتا ہے۔ اور اس گناہ کو جس میں وہ گرفتار تھا ترک کر دیتا ہے۔ لیکن جس شخص میں یہ خصلتیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کی جگہ اس میں تنگ دلی اور تنگ نظری پائی جاتی ہے۔ وہ کبھی اپنے بھائی کے عیوب اور برائیوں کو معاف نہیں کرتا بلکہ جھٹ دوسروں کے پاس جا کر ان برائیوں کو بیان کر دیتا ہے۔ تو آپ ہی خود انصاف کریں کہ دونوں میں سے کون عزت کے لائق ہے۔ اور کون نفرت کے قابل۔ کون ایسا شخص ہے۔ جس کو سوسائٹی میں عزت و اکرام سے سر آنکھوں پر بٹھایا جائے۔ اور کون ایسا شخص ہے جسے جوتیوں میں جگہ ملنی چاہیئے۔

غیبت کرنے والے کو خود بھی چین اور آرام نصیب نہیں ہوتا۔ وہ کسی کو اپنا دوست، اپنا ہمراز اور ساتھی نہیں بنا سکتا۔ غیبت نے اس کی سرشت ہی اس قسم کی بنا دی ہوتی ہے کہ نہ وہ کسی سے محبت کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس سے۔ ہر شخص اس سے کھنچتا ہے۔ جس شخص کی وہ غیبت کرتا ہے۔ وہ اس کو ہمیشہ نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ان دونوں میں ہمیشہ کے لئے دشمنی اور عداوت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس طرح غیبت کرنے والا سینکڑوں اشخاص کو اپنا دشمن بنا لیتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ان سے بگاڑ پیدا کر لیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دکھ درد میں سچے دل سے اس کا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے۔ حالانکہ اگر وہ اپنی اس قبیح عادت سے باز رہتا اور اپنے بھائیوں اور ساتھیوں سے الفت اور محبت کے ساتھ بسر کرتا تو اس کی زندگی قابل صد رشک ہوتی۔ جس کو اس نے اپنی حماقت سے جہنم زار بنا رکھا ہوتا ہے۔

یہ ہے غیبت کا اخلاقی اور دنیاوی پہلو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ غیبت کو ہم جس زاویہ سے بھی دیکھیں اس میں سوائے ہلاکت اور تباہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کیا ہم سچے دل سے اس بات پر غور نہیں کریں گے۔ کہ ایک محض بے فائدہ چیز کو اختیار کر کے ہم اپنے اوپر ایک بڑی تباہی مول لے رہے ہیں۔ دینی بھی۔ دنیاوی بھی۔ اور اخلاقی بھی اور کیا اس سے متاثر ہو کر اس کو یکسر ترک نہیں کر دیں گے۔ خدا تعالےٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مبادا اس کے فرمان سے انحراف کر کے ہم اس کے غضب کے مستحق ٹھہریں۔ ٭

ہادیانِ مذاہب کی بے ادبی کا معاملہ

ذیل کا سلجھا ہوا اداریہ نوٹ عنوان بالا کے ماتحت جناب ایڈیٹر صاحب روزنامہ "پربھات" جالندھر نے تحریر فرمایا ہے۔ مضمون نہایت واضح ہے۔ ہندوستان کی حکومت کا فرض ہے کہ وہ جلد مکمل قانون کے ذریعہ ہادیانِ مذاہب کی توہین کے ناپاک فعل کا سدِ باب کرے۔ مذہبی مقدس پیشواؤں کی توہین قوموں میں شدید منافرت پیدا کرنے والی بات ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ مدیر محترم نے سوامی دیانند جی کی روش کے خلاف جو احتجاج کیا ہے وہ بھی خاص توجہ کے قابل ہے۔

(ایڈیٹر)

"ہندوستان میں ہندوؤں کے علاوہ کروڑوں کی تعداد میں دوسرے لوگ بھی بستے ہیں۔ ان میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رواداری کا جذبہ پیدا ہو۔ اور یہ تبھی پیدا ہو سکتا ہے اگر ہم میں سے ایک ایک دوسروں کے جذبات کی پرواہ بھی کرے اور قدر بھی کرے۔ خاص کر ہمارے مذہبی جذبات ایسے ہونے چاہئیں کہ ہم دوسروں کے بزرگوں کی اور عقائد کی ویسی عزت کریں جو ہم اپنے بزرگوں کی اور عقائد کی کرتے ہیں۔ بلاشبہ اپنے دھرم کی خوبیاں دکھا کر منڈن روپ میں دھارمک پرچار کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسے پرچار کی پوری پوری آزادی یہاں سب کو حاصل ہے۔ جھگڑا اس وقت شروع ہوتا ہے جب ہم اپنے مذہب کی فضیلت اور برتری ثابت کرنے کے لئے دوسروں کے مذہب کا کھنڈن کرتے ہیں اور یا اس سلسلہ میں ہمارے پرچارکوں کا اور لکھنے والوں کا اندازِ فکر جارحانہ رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر سوامی دیانند جی اپنے اصولوں اور سدھانتوں کا پرچار منڈن روپ میں بھی کر سکتے تھے مگر انہوں نے اپنی پستک ستیارتھ پرکاش میں دوسرا طریق برتا۔ اور اپنے دھارمک سدھانتوں کی خوبیاں دکھانے کے لئے دوسرے مذہب کا نہایت سختی سے کھنڈن کیا۔ انہوں نے اسلام اور قرآن کے خلاف لکھا۔ عیسائیوں کے ہادیٔ مذہب اور عیسائیت کے سدھانتوں میں کمیاں بتائیں۔ جین اور بدھ دھرم میں نقائص بتائے۔ سناتن دھرمی عقائد کے خلاف جہاد کیا۔ اور حد یہ تھی کہ گورو نانک دیو جی کے متعلق بھی یہ ریمارکس کر دیئے کہ وہ ان پڑھ تھے اور دمبھ رچانے والے تھے۔ ہندوستان میں مذہبی نارواداری کا یہ پہلا مظاہرہ انہوں نے ہی کیا۔ اور انہوں نے وہ تمام حملے جو دوسرے مذاہب اور ان کے بانیوں پر کئے تھے ان کی پستک ستیارتھ پرکاش میں جوں کے توں موجود ہیں۔ اس کے بعد دوسروں نے بھی جواب دینا ضروری سمجھا۔ اور یوں ہمارے یہاں مذہبی مباحثات کے نام پر ایک دوسرے پر کیچڑ پھینکا جانے لگا۔ انگریز یہاں ہمیں ایک دوسرے سے پھاڑ کر راج کر رہا تھا۔ اس نے اگر ڈھیل دے رکھی تو صرف اس لئے کہ وہ ہم میں اتفاق نہیں چاہتا تھا۔ مگر اب جب کہ ہم آزادی کی فضا میں سانس لے رہے ہیں ہمیں آزاد شہریوں کی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے۔ ہمارے سامنے آزاد جمہوری ممالک کی مثالیں ہیں۔ جہاں الگ الگ مذہبوں

اور عقائد کے لوگ ایک قومیت کے فرد بن کے با آرام زندگی بسر کرتے ہیں - اپنے مذہب کی اچھائیوں کا پرچار کرنا بُری بات نہیں لیکن کیا اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ دوسروں کی نندیا کی جائے اور ان کے بزرگوں پر کیچڑ اچھالا جائے - بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے یہاں دھرم پرچار کے سلسلہ میں یہ بات ضروری سمجھی جاتی ہے کہ دوسروں کے کیڑے ضرور نکالے جائیں اور اس مقصد کے لئے انتہائی طور پر بھونڈا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے - ضرورت اس بات کی ہے کہ دھارمک پرچار کے سلسلہ میں قانون کی طرف سے یہ بندوبست موجود ہو کہ کوئی شخص کسی کے مذہبی بزرگ یا مذہبی عقائد کے خلاف بازاری ڈھنگ سے زبان دراز نہ کر سکے - بزرگانِ دین کی بے ادبی کو سنگین جرم قرار دیا جائے - اور جو شخص اس جرم کا مرتکب ہو اسے عبرتناک سزا دی جا سکے - جب تک یہ بات نہ کی جائیگی ہندوستان کی اندرونی یکجہتی کو ختم کرنے والوں کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں گی - اور ان کے مُنہ میں لگام دینا مشکل کام ہوگا -

سعودی عرب کے سفارت خانہ نے ایک اعلان شائع کیا گیا ہے کہ مسٹر نہرو نے اپنے حالیہ دورہ میں شاہ سعود کو یہ دشواس دلایا کہ بزرگانِ دین کی بے ادبی کے واقعات کو روکنے کے لئے قانون بنایا جائے گا - کہ ان کے بارے میں کوئی شخص کسی کی دلآزاری نہ کر سکے - اس سے پہلے بھی قانون موجود ہے مگر چونکہ وہ ناکافی بھی ہے اور ڈھیلا بھی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس کا بدل ایسا بنایا جائے کہ کسی شخص کو توہین کرنے کی جرأت ہی نہ ہو سکے - وہ لوگ جو مذہبی توہین کو بہانہ بنا کر اشتعال انگیز نعرے لگاتے ہیں ان کا مُنہ بند کرنے کے لئے بھی کوئی اقدام ضرور کیا جانا چاہیئے اور جلد کیا جانا چاہیئے - یہ اس لئے کہ اگر کسی بالکل کسی ہادیٔ دین کی بے ادبی کرنا بُری بات ہے تو یہ اس سے بھی زیادہ بُری بات ہے کہ ایک شخص بے ادبی کو بہانہ بنا کر اپنے ہم مذہبوں کو فساد کرنے کے لئے اُبھارنے لگے - قانون ایسا ہونا چاہیئے کہ دونوں طرح کے لوگوں کا پوری طرح محاسبہ کر سکے -

("پربھات" جالندھر ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

ایڈیٹر صاحب "پربھات" جالندھر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بھارت کے وزیر اعظم مسٹر نہرو جی کو ان کا وعدہ یاد دلا کر پیشوایانِ مذاہب کی عزت کی حفاظت کے لئے جلد مکمل قانون بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے - مکرم ایڈیٹر صاحب کا یہ نظریہ بھی درست ہے کہ تبلیغ اپنے مذہب کی خوبیوں کے بیان سے ہونی چاہیئے نہ کہ دوسروں پر جارحانہ حملے کرنے سے - موخر الذکر طریق جسے سوامی دیانند جی نے اختیار کر کے تمام مذاہب پر غلط اور نازیبا اعتراض کئے ہیں مفید نہیں ہے اس کا انجام بہرحال بُرا ہے -

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے شدید جارحانہ حملے نہ کئے جاتے تو کسی مسلمان کو ضرورت نہ تھی کہ وہ الزامی جواب دیتا اور ہندوؤں یا عیسائیوں کی خامیوں کو نمایاں کرتا اور ان کے مسلمات یاد دلا کر انہیں شرمندہ کرتا - یقیناً مسلمانوں کی طرف سے الزامی جوابوں کا طریق بہت بعد میں اختیار کیا گیا ہے -

اصل طریق تبلیغ یہی ہے کہ محبت اور دردمندانہ انداز میں آپ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں - اے کاش جملہ اہلِ مذاہب اس صحیح طریق کو اختیار کر لیں ●

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ

اے ایماندارو! صبر و استقلال اور نماز کے ذریعہ الٰہی نصرت کو جذب کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے

الصَّابِرِينَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ

ساتھ ہے۔ جو لوگ راہِ خدا میں قتل کئے جاتے ہیں انہیں ہرگز مُردہ نہ کہو۔ بلکہ

أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ

وہ زندہ ہیں لیکن تم ابھی اس کو نہیں سمجھتے۔ ہم (تمہاری مخفی استعدادوں کے اظہار کی خاطر) کچھ خوف، کچھ بھوک

وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا

وقحط سالی، اور کبھی مالوں، جانوں نیز پھلوں یعنی نتائجِ اعمال کے نقصان کے ذریعہ تمہارا امتحان لیتے رہیں گے پس! تو ان صبر کرنیوالوں کو بشارت دے جنہیں

أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ

مصیبت پہنچتی ہے تو فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنیوالے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لے عربی زبان میں صبر کے معنے "زور ڈال کر روکنے" کے ہیں (الامساک فی ضیق) اصطلاحاً صبر کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اپنے نفس کو عقل اور شریعت کی مقررہ حدود میں رکھے۔ اس میں برائیوں سے اجتناب اور نیکیوں پر مداومت کرنیکا مفہوم شامل ہے مصیبت کے آنے پر جزع فزع نہ کرنا بھی صبر ہے اور روزہ کو بھی صبر کہتے ہیں۔

صبر کے چار درجات ہیں (۱) [illegible] کرے (۲) معصیت سے بچنے کے لئے معصیت کا مرتکب نہ ہو (۳) اطاعت سے منہ نہ پھیرے (۴) عبادت [illegible] دوام اختیار کرے۔

سے شہید کو زندہ قرار دینے سے قومی زندگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ جسمانی طور پر انہیں مقتول قرار دیا ہے مگر یا یہ ہمہ وہ زندہ ہیں۔

صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

انکے رب کی طرف سے برکات اور رحمتیں نازل ہونگی اور یہی ہدایت یافتہ قرار پائیں گے۔ یقیناً صفا اور مروہ پہاڑیاں

مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ

اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں پس جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کیلئے ضروری ہے وہ ان دونوں پہاڑیوں کا طواف کرے

بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا

ہاں جو نیکی کو زیادہ ذوق شوق سے بجا لاتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی قدردانی کرنیوالا اور نیکی کو جاننے والا ہے۔ تحقیق وہ لوگ جو ہمارے نازل کردہ

أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ

بینات اور احکام کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے انہیں قبل ازیں سب لوگوں کے لئے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ان

يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ○ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ

چھپانے والے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنیوالے لعنت کرینگے۔ ہاں ان میں سے جو لوگ توبہ کرلیں پھر اصلاح کر دیں اور کھول کر

أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ

بیان کر دیں تو ان پر رجوع برحمت ہونگا کیونکہ میں تواب اور رحیم ہوں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اسی حالت میں مرگئے کہ وہ کافر

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا

تھے ان پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی۔ وہ اس لعنت کے زیر اثر بہت لمبے عرصہ تک

انکی زندگی کے چار پہلو ہیں۔ اوّل انکے اعمال صالحہ جاری سمجھے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے ینقطع عمل ابن آدم بموته الا الشهيد فانه يكتب عمله الى يوم القيامة۔ دوم۔ انکے مقاصد کو پورا کیا جاتا ہے۔ انکے جانشین اسی غرض و غایت کو پورا کرنے میں منہمک ہوتے ہیں جس کی خاطر انہوں نے جان دی ہے۔ عرب کہتے ہیں ما مات من خلف مثلك۔ سوم ان کا بدلہ لیا جاتا ہے ولکم فی القصاص حیوة۔ چہارم ان کے علوم و فوائد روحانیہ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یرزقون فرحین بما آتٰھم اللہ من فضلہ۔

۵۳ صفا و مروہ کا شعائر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہستی کی علامتیں اور نشان ہونا یہ معنی ہے کہ ہزاروں سال پہلے اللہ تعالیٰ کی ایک بندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان پر اسمٰعیل پر اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑی تھی اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر حاجی کیلئے لازم قرار دیدیا کہ وہ بھی اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ طواف کیا کرے جس طرح ہاجرہ نے کیا تھا۔

ع ۱۹ / ۳

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

ان کے عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ تمہارا معبود ایک ہی ہے اسکے سوا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

کوئی اور خدا نہیں وہ سب سے انتہا کرم کرنیوالا اور بار بار رحم کرنیوالا ہے۔ آسمانوں و زمین کی پیدائش میں، رات

الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ

و دن کے آگے پیچھے آنے یا کم و بیش ہونے میں، ان کشتیوں اور جہازوں میں جو انسانوں کی نفع رسانی

بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ

کے لئے سمندروں میں سامان لیکر چلتی ہیں، ان پانیوں میں جو اللہ تعالیٰ بادلوں سے برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ

زمین کو اسکے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور زمین میں (اس طریقہ پر) ہر قسم کے جاندار پھیلاتا ہے نیز ہواؤں اور ان

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

بادلوں کی گردش میں جو آسمان و زمین کے درمیان بے مزد کام پر لگائے گئے ہیں ان تمام امور میں عقل سے کام لینے والے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

بعض لوگ اللہ کے سوا اس کے شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیئے۔

چنانچہ بڑے بڑے بادشاہ اور صلحاء و انبیاء مثلاً حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے رہے ہیں اور تمام مسلمان قیامت تک اسی طرح کرتے رہیں گے۔ یہ پہاڑیاں نشان ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نیکوکار کے اعمال کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر یہ نشان ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوتی ہیں۔ شعائر کا لفظ شعیرۃ کی جمع ہے۔

سے اللہ تعالیٰ نے کائنات عالم کے تصرفات اور تغیرات کو اپنی ہستی اور اپنی وحدانیت کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا ہے کیونکہ یہ سب تصرفات اپنے اندر ایک یکجہتی اور تعلق رکھتے ہیں ان میں نظام پایا جاتا ہے۔ ان سے قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کارخانۂ قدرت وہ چلا رہا ہے۔ یہ صرف اللہ واحد کی قدرت نمائی ہے وبس —— ہر چیز کیلئے مناسب حال اور ہر فطرت کی ہر ضرورت کے لیے اکٹھے سامان پیدا کر دینا ایک قادر اور مدبر ہستی پر واضح دلیل ہے۔ جن امور کو اس آیت میں جمع کیا گیا ہے ان میں

شہ مشرک کا خدا تعالیٰ کا شریک بنانا خود بڑا جرم اور خطرناک غلطی ہے اور پھر اس بت یا ند سے اس محبت کا اظہار کرنا جو اللہ تعالیٰ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ

وہ لوگ جو ایماندار ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے ہی سب سے بڑھ کر اور زیادہ محبت کرتے ہیں کاش کہ ظالم اور مشرک لوگ غور کرتے کہ اس وقت

الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝

انکا کیا حال ہوگا) جب وہ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے (اور سب جان لینگے کہ) ہر قسم کی طاقت اللہ کو ہی حاصل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سخت

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ

جب متبوع لوگ اپنے پیروکاروں سے اظہار بیزاری کریں گے اور انہیں عذاب نظر آجائے گا

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ

اور ان کے تمام ذرائع (نجات کے) منقطع ہو جائیں گے ۔ اس وقت پیروی کرنے والے

اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا

کہیں گے کاش ہمیں دوبارہ (دنیا میں جانے کا) موقع ہوتا تو ہم بھی ان لوگوں سے اسی طرح بیزاری کا

تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ

اظہار کرتے جس طرح انہوں نے کیا ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال (کے نتائج) دکھائیگا

حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝

جس سے انہیں اپنے اوپر افسوس ہوگا اور وہ (اس وقت) جہنم سے نکلنے والے نہیں ہوں گے ۔

سے مخصوص ہے اور بھی ظلم ہے ۔

خالق کائنات نے جس محبت کی انتہاء کو اپنے لئے مختص ٹھہرایا ہے وہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ انسان اس قیمتی موتی کو بے موقع ضائع کر دے ۔ اسی لئے فرمایا انّ الشرک لظلم عظیم ۔

ملہ مومن کی یہ علامت ہے کہ اسکی ساری محبت اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے وہ مخلوق کے کسی فرد سے بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرتا ہے اور اگر کسی مرحلہ پر مخلوق اور خالق کی محبت میں تقابل پیدا ہو جائے تو مخلوق کی محبت پرکاہ سے بھی کمتر حیثیت میں اُڑ جاتی ہے اور خالق کی پائیدار محبت اپنی کامل تجلی کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے ۔

ملہ اندھے مقلدین کو قیامت کے روز حسرت اور افسوس ہوگا مگر چونکہ دوبارہ دنیا میں آنیکا موقع نہیں ہوگا اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس نظارہ کو ذکر کرکے ابھی توجہ دلا دی ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور جہنم کی سزا سے بچ جائیں عقل سے کام لیں اور نجات حاصل کریں ۔

"حرف محرمانہ" پر ایک نظر

(۲)

(از جناب مولوی عبد الکریم صاحب پشاور)

معزز قارئین الفرقان! جناب برق صاحب نے اپنی مزعومہ "دیانتداری اور انصاف پسندی" کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کی ایک جھلک کا مشاہدہ آپ ماہ دسمبر ۱۹۵۵ء کے الفرقان میں کر چکے ہیں مقالہ ہذا میں چند مزید مثالیں ان کی "دیانتداری اور انصاف پسندی" کی پیش کی جاتی ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

(۱) برق صاحب نے "حرف محرمانہ" کے باب دوم ص۵ پر لکھا ہے کہ:-

"جماعت احمدیہ کا عقیدہ یہ ہے
کہ جناب مرزا صاحب مسیح موعود تھے
اور آپ کا منکر کافر ہے"

اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے برق صاحب نے تین حوالے نقل کئے ہیں (دو تو حقیقۃ الوحی ص۱۶۳ و ص۱۷۹ سے اور ایک کتاب آئینہ صداقت ص۳۵ سے) پھر ص۱ حرفِ محرمانہ پر حقیقۃ الوحی ص۱۷۸ کا ایک نامکمل اقتباس نقل کیا ہے اور ص۲۳ پر کتاب تریاق القلوب کے تین اقتباس نامکمل نقل کئے ہیں۔ جن کا مفاد یہ ہے کہ مسیح موعود کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔

مگر برق صاحب نے جو نتیجہ ان نامکمل اقتباسوں سے اخذ کیا ہے وہ حقیقت کے سراسر خلاف ہے بات دراصل یہ ہے کہ غیر احمدی علماء کے نزدیک کسی کا کافر ہونا اور جہنمی ہونا لازم و ملزوم ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کا نظریہ آپ کی تتبع میں یہ نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک ہر وہ شخص جو بظاہر ایمان لاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ سیدھا جنت میں چلا جائے۔ اور نہ ہر وہ شخص جس کو کہ ہم کافر خیال کرتے ہیں جہنم میں جائے گا، تاوقتیکہ مامور کی دعوت اس تک پہنچی نہ ہو اور اتمام حجت نہ ہو چکی ہو۔ ہاں جب اس پر اتمام حجت ہو جائے (یعنی مامور کی صداقت اس پر واضح ہو جائے) پھر وہ از راہ بغض و عناد اور علو و استکبار اس مامور کا نہ صرف عمداً انکار کرے بلکہ اُلٹا اس مامور کی تکفیر و تکذیب پر بھی کمر بستہ ہو اور اس کو مفتری علی اللہ بھی قرار دے تب وہ خود ظالم بن کر ضرور قابل مواخذہ ہو گا۔ پس ہم اس شخص کو جس پر کہ اتمام حجت نہ ہوئی ہو اور وہ مامور کے نام سے بھی بے خبر ہو، کافر (نہ ماننے والا) صرف لغوی معنوں میں خیال کرتے ہیں۔ علماء کی اصطلاح میں کافر یعنی جہنمی یقین نہیں کرتے۔ ہاں وہ جادۂ صدق و صواب سے دُور ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ان سچائیوں سے جن کا کہ مامور پر انکشاف ہوتا ہے بوجہ عدم علم کے یا بوجہ اپنی کم علمی کے مستفید نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی نظریہ بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ۱۷/۱۳۵ میں فرمایا:-

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (۵/۱۳۵)

اور تکفیر و تکذیب کرنے والوں کی نسبت فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ۔ (۱/۳۹)

جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ
اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (۲۷/۱۵)

الغرض وہ لوگ جو مامور کا انکار اور تکذیب اس حال میں کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں اس کی صداقت پر یقین پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔ مگر وہ بوجہ علو و استکبار اس پر ایمان نہیں لاتے۔ اور تکفیر و تکذیب پر کمربستہ ہوتے ہیں وہ قابل مواخذہ ہوتے ہیں۔ اسی نظریہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ:۔

"میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہوگا۔ اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور صدق و صواب سے دور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق و راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر و تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔" (یعنی میں کسی کلمہ گو کا نام جہنمی نہیں رکھتا جب تک کہ وہ خود میری تکذیب کر کے خود اپنے تئیں جہنمی نہ بنا لے۔ ناقل)

برق صاحب نے جو اقتباس "حرف محرمانہ" کے صفحہ پر نامکمل نقل کیا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ برق صاحب نے ازراہ خیانت اس عبارت سے بعض الفاظ حذف کر کے اس سے غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"ڈاکٹر عبدالحکیم خان ۔ ۔ ۔ میرے پر الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بے خبر ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑیگا یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ تو ایسا امر ہے کہ بالبداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے اس پر مؤاخذہ کیونکر ہو سکتا ہے ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک (کیونکہ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ناقل) اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے قابل مواخذہ

ہوگا کیونکہ خدا کے فرستادوں
سے دانستہ مُنہ پھیرنا ایسا امر
نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت
نہ ہو۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۷۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام
حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب و منکر
ہے تو گو شریعت نے (جس کی بناء
ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی
رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع
شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے
ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک
بموجب آیت لا یکلف اللہ
نفسًا الا وسعھا قابلِ مواخذہ
نہ ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۸۰)

پس برق صاحب نے جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے خلاف جو اقتباس حقیقۃ الوحی ص۱۷۸ و تریاق القلوب ص۱۳۰ سے نامکمل نقل کرکے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری نہیں' بالکل غلط ہے کیونکہ وہ نتیجہ اقتباسات کو قطع و برید کرکے نکالا گیا ہے۔ جو دیانتداری کے سراسر خلاف ہے۔

(۲) جناب برق صاحب نے "حرفِ محرمانہ" کے صلاے پر سوال توجہ کیا کہ:-

"کیا قرآن نے کسی آنے والے مسیح
کی خبر دی تھی؟"

مگر اپنے اِس سوال کا جو جواب انہوں نے "خود جناب مرزا صاحبؑ کی زبانی" دیا ہے اس جواب کا تعلق ان کے سوال سے ہرگز کسی قسم کا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اوّل الذکر تین اقتباسات (جو ایام الصلح ص۱۴۶ و ازالہ اوہام ص۴ و فیصلہ آسمانی ص۴ سے نقل کئے گئے ہیں) کا مفاد تو صرف یہ ہے کہ قرآن میں کہیں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی وفات اور زمین میں دفن ہونے کا ثبوت کھلے طور پر نصوصِ قرآنیہ سے ملتا ہے تو پھر ان کا وہ جسم جو زمین میں دفن ہو چکا ہے دوبارہ کس طرح آسمان سے اُترے گا؟ ان حوالوں میں کسی مسیح کے آنے کا انکار ہرگز نہیں کیا گیا۔ البتہ اقتباس ۴ کا (جو برق صاحب نے کتاب شہادۃ القرآن کے ص۶۴ سے نقل کیا ہے۔ حرف محرمانہ ص۴۲) سوال سے تعلق ہے۔ مگر وہ بالکل جعلی ہے۔ لکھا ہے کہ:-

"ایسا ہی قرآن کریم میں آنے والے
مجدّد کا بہ لفظ مسیح موعود کہیں ذکر
نہیں۔"

مگر حقیقت یہ ہے کہ شہادۃ القرآن ص۶۴ پر برق صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کے بالکل اُلٹ یہ لکھا ہے کہ (آیۃ استخلاف مندرجہ سورۃ نور)

"صاف بتا رہی ہے کہ ایک مجدد حضرت
مسیح کے نام پر چودھویں صدی میں
آنا ضروری ہے۔"

اب برق صاحب خود ہی بتائیں کہ اِس جُرم کا نام "جعلسازی" ہے یا نہیں کہ اپنی طرف سے ایک حوالہ "گھڑ کر" کسی کتاب کی طرف منسوب کر دیا جائے؟

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک چونکہ مسیح ابن مریم از روئے نصوصِ قرآنیہ فوت ہو چکے ہیں۔ اسلئے اُن کے آسمان سے اُترنے کا عقیدہ بالکل غلط ہے۔ اسلئے آپ نے ازالہ اوہام ص۱۷۱ پر لکھا کہ نزولِ مسیح کا (یعنی آسمان سے بجسم عنصری) عقیدہ نہ

ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو ہے اور نہ ہی دین کے رکنوں میں سے کوئی ایسا رکن ہے جس کا حقیقتِ اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے جس کا ظاہری الفاظ سے پورا ہونا ضروری نہیں۔ مگر برقؔ صاحب نے اس حوالہ کی ابتدائی سطور نقل کر کے لکھا ہے کہ ایسا مسیح اگر آ بھی جائے تو جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر ایمان لانا ضروری نہیں اور نہ عمداً اس کا انکار کرنے سے کوئی شخص کافر ہو سکتا ہے (یعنی قابلِ مواخذہ) حالانکہ یہ تمام نتائج غلط ہیں۔ ازالہ اوہام ص۱۴۰ کا حوالہ درج ذیل ہے۔ فرمایا:۔

"پیشگوئیوں کے بارہ میں یہ ضروری
نہیں کہ وہ اپنی ظاہری صورت میں پوری
ہوں ...... قبل از ظہور پیشگوئی
(کے اسرار) خود انبیاء کو بھی جن پر وہ
وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے .....
تو پھر دوسرے ..... کب ایسا دعویٰ
کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں۔
سلف صالح ہمیشہ اس طریق کو پسند
کرتے رہے ہیں کہ بطور اجمال پیشگوئی
پر **ایمان** لے آویں ...... اقرب
بامن جس سے **ایمان** سلامت رہ سکتا
ہے۔ یہی مذہب ہے کہ محض الفاظِ پیشگوئی
پر زور نہ ڈالا جائے (یعنی) ..... یہی
دعویٰ نہ کیا جائے کہ ضرور اس کا ظہور
ظاہری صورت پر ہی ہوگا۔ اگر خدانخواستہ
ایسا نہ ہوا تو پھر پیشگوئی کی صداقت
میں طرح طرح کے شکوک پیدا ہو کر
ایمان ہاتھ سے گیا۔"

الغرض جس عبارت میں تین دفعہ اس پیشگوئی پر ایمان نہ لانے کے نتائج کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ مسیح موعود اگر آ بھی جائے تو اس پر ایمان لانا ضروری نہیں، دیانتداری اور انصاف پسندی سے بالکل بعید امر ہے۔ خدا جانے یہ کس قسم کی دیانتداری ہے جس کا طرۂ امتیاز ہی ہر بات میں وسوسہ اندازی سے کام لینا ہے۔

(۴) جناب برقؔ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتابوں سے اقتباسات نقل کر کے لکھا ہے کہ "جب کسی مجدد ...... یا مسیح موعود کے آنے کا ذکر قرآن میں موجود نہیں"

(حرفِ محرمانہ ص۲۷ و ص۵۷ و ص۷۷)

"تو احمدی بھائیو! ..... انصافاً کہو
..... پھر مرزا صاحب کا دعویٰ رسالت
کیونکر صحیح ہوا؟" (حرفِ محرمانہ ص۵۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اعجاز احمدی کے ص۳۰ و ص۳۱ پر لکھا:۔

"یہ سادہ لوح یا تو افترا سے ایسا
کہتے ہیں اور یا محض حماقت سے۔ اور
ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم
کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس
دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور
وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔
..... خدا نے میری وحی میں جا بجا
قرآن کریم کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ تم
براہین احمدیہ میں دیکھو گے کہ اس دعویٰ
کے متعلق کوئی حدیث بیان نہیں کی
گئی جا بجا خدا تعالیٰ نے میری
وحی میں قرآن کو ہی پیش کیا ہے۔"

پھر براہین احمدیہ جلد چہارم کے ص۴۹۸ پر لکھا ہے کہ :-

"خداوند کریم نے اسباب خاصہ سے
اس عاجز کو مخصوص کیا ہے ..... اپنے
تفضلات و عنایات سے یہ خوشخبری
بھی دی ہے کہ روزِ ازل سے یہی قرار
یافتہ ہے کہ آیت ..... هُوَ الَّذِیْ
اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ اور نیز آیت
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ کا روحانی
طور پر یہ عاجز مصداق ہے۔"

پھر ازالہ اوہام ص۶۶۶ لغایت ص۶۷۴ تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے از روئے آیاتِ قرآنیہ اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش فرمایا ہے۔ اور لکھا کہ اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی تھی۔" (ازالہ اوہام ص۶۷۴)

نیز آپ نے ۱۸۹۳ء میں ایک منکرِ حدیث کے سوال کے جواب میں کتاب "شہادۃ القرآن علیٰ نزول المسیح فی آخر الزمان" لکھی جس میں از روئے قرآن مجید مسیح موعود کی آمد ثابت کی۔ اور تحفہ گولڑویہ میں لکھا کہ "میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں۔" (ص۱۹۵) (یہ حوالہ برق صاحب نے بھی "حرفِ محرمانہ" کے ص۳۷ پر نقل کیا ہے)

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حقائق کی موجودگی میں برق صاحب جن کا یہ دعویٰ ہے کہ انہوں نے چالیس ضخیم کتابیں جناب مرزا صاحب کی پڑھی ہیں (حرفِ محرمانہ ص۱۲) اس قدر اخفائے حق سے کیوں کام لیتے ہیں اور کیوں اتنی غلط جرأت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ :-

"احمدی بھائیو! انصافاً کہو کہ اب
اگر کوئی شخص کسی ظنی حدیث کی بنیاد پر
رسول بن کر آجائے۔ تو کیا اسکا دعویٰ
قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟" (حرفِ محرمانہ ص۳۷)

برق صاحب کا غالباً یہ خیال ہے کہ احمدی اپنے امام کی کتابوں سے ناواقف ہیں۔ اس لئے وہ "میٹھے انداز" میں چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف اپنے عوام کو ہی ان ہتھکنڈوں سے گمراہ کر سکتے ہیں۔ جن کو حقیقتِ حال کی کچھ خبر نہیں۔ مگر کیا یہ حرکت دیانتداری کے سراسر خلاف نہیں؟ -

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے ابتداء میں ہی تصریح کر دی تھی کہ مجھے جس نبوت کا دعویٰ ہے وہ قرآن و حدیث کے نصوص کے ہرگز خلاف نہیں۔ مگر برق صاحب نے ان تصریحات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا ہے کہ "قرآن کی پوری ایک سو آیات ختمِ رسالت کا اعلان کر چکی ہیں۔ بعد میں دو سو دس احادیث تائید کے لئے موجود ہیں۔ خود مرزا صاحب کے کئی سو اقوال مدعی نبوت کو کافر و کذاب قرار دیتے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ ان حالات میں ہم کسی صاحب کو نبی تسلیم کریں تو کس بنا پر؟" (حرفِ محرمانہ ص۳۷) گو برق صاحب کے اس سوال کا منقولی و معقولی جواب جماعت احمدیہ کی طرف سے بارہا دیا جا چکا ہے۔ مگر میں آج برق صاحب کے الفاظ میں ہی ان کے سوال کا جواب پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ :-

"اللہ نے حضورؐ کو عربوں کی طرف
نبی بنا کر بھیجا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے
کہ کیوں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے

کہ جس طرح سمندروں، ہواؤں اور بادلوں کا مالک پیاسے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے گھٹاؤں کے قافلے بھیجتا ہے اسی طرح جب روح کی دنیا شدتِ تشنگی سے مضطرب ہو جاتی ہے تو اس کی رحمت انبیاء کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔"

(ایک اسلام ص۱۳-۱۴)

جناب برق صاحب کے نزدیک حضورؐ اسلئے نہیں آئے تھے کہ ان کے ذریعہ دین کامل کیا جائے اور تکمیل شریعت ہو۔ لکھا ہے کہ:-

"ہمارے علماء کہتے ہیں کہ صحائف میں قرآن ہی وہ واحد صحیفہ ہے جس کی تعلیمات کو اللہ نے کامل کیا ہے۔ اور چونکہ تورات و انجیل کے کمال پر کوئی آیت نہ ان صحائف میں موجود ہے اور نہ قرآن میں اس لئے یہ کتابیں نامکمل ہیں اور انسانیت کو درجۂ کمال تک پہنچانے کے لئے ناکافی ہیں۔ علماء کا یہ خیال صحیح نہیں۔"

پھر لکھا ہے:-

"اللہ کا پیغام ہر زمانہ میں مکمل ..... تھا۔ اسے نامکمل کہنا اللہ کی توہین کرنا ہے۔"

(ایک اسلام ص۱۲۹ و ص۱۳)

الغرض جناب برق صاحب کے نزدیک نبوت کی ضرورت صرف یہ ہے کہ:-

"جب روح کی دنیا شدتِ تشنگی سے مضطرب ہو جاتی ہے تو اسکی رحمت انبیاء کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔" (ایک اسلام ص۱۳)

اب سوال صرف یہ ہے کہ اس زمانہ میں بھی "روح کی دنیا شدتِ تشنگی سے مضطرب" ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب بھی برق صاحب کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"آج انسان انسان سے اتنا دور ہو چکا ہے جتنا زمین سے آفتاب۔ آج انسان انسان کو مٹانے کے لئے بڑے بڑے مہلک اسلحہ ایجاد کر رہا ہے۔ آج مجھے اقلیم انسانی میں نورِ محبت کی ایک کرن تک نظر نہیں آتی۔ آج شبستانِ آدم میں حجاب در حجاب ظلمتیں ہیں۔ اور تہ برتہ تیرگیاں۔ جس افق سے نبوت کے نور ابھرا کرتے تھے وہ عقیم ہو چکا ہے ..... آج کاروانِ آدم اوہام و ظنون کی تاریکیوں میں بھٹک رہا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ پھر ایک چراغ شاہ راہِ آدم پر جلایا جائے کہ شاید کوئی درماندہ راہی منزل کو پالے۔" (ایک اسلام حرف اول ص۲)

جناب برق صاحب! فرمائیے وہ چراغ شاہ راہِ آدم پر کون جلائے؟ جبکہ بقول آپ کے پوری ایک سو آیتِ قرآن اس "افق کو عقیم بنا چکی ہے" "جہاں سے آفتاب (ہدایت) ابھرا کرتے تھے"؟ میں اب برق صاحب کے الفاظ میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ:-

"آپ کا کیا خیال ہے کہ جس اللہ (تعالےٰ)

نے انسان کی جسمانی غور پرداخت کیلئے
گھٹاؤں، ہواؤں، پہاڑوں، آفتابوں
اور ماہتابوں کا پُرشکوہ نظام قائم
کیا ..... (ہے) وہ (اب ناقل)
انسان کی رُوحانی تربیت سے غافل
..... (ہے)؟ کبھی نہیں۔ جسمانی
و رُوحانی تکمیل کی راہوں پر ڈالنا
(اس زمانہ میں بھی) عین تقاضائے
ربوبیت ..... (ہے)"

تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ نے باب نبوّت کو اس زمانہ کے مضطرب حال اور شدّت تشنگی سے ہلاک ہونے والوں کے لئے اپنی رحمت کو انبیاء کی صورت میں نازل کرنے سے (معاذ اللہ) بخل سے کام لیا ہے؟

امید ہے کہ جناب برق صاحب کو اس "بنیاد" کا علم ہو جائے گا جس کی بناء پر ہر زمانہ میں لوگوں نے انبیاء کو تسلیم کیا۔ حالانکہ بعض لوگوں نے ختم رسالت کا عقیدہ رحمت خداوندی کے ردّ کرنے کے لئے پہلے بھی گھڑا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس گئے تو آخر اس نے (حضرت موسیٰؑ کے دلائل سے) تنگ آکر کہا۔ ذَرُوْنِیْ اَقْتُلْ مُوْسٰی مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں۔ ایک مردِ مومن نے جو وہاں موجود تھا اس نے ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ دیکھو اس سے پہلے یوسف بھی تمہاری ہدایت کے لئے آیا مگر اس کی زندگی میں تو تم شک میں ہی رہے مگر جب وہ فوت ہو گیا تو پھر تم نے یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ:۔

لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً (۴۰:۳۵)

سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہود و نصاریٰ کا یہی عقیدہ تھا کہ وَاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا (۷۲:۸)

افسوس ہے کہ آج اس زمانہ میں وہی پرانی مرض عود کر آئی ہے اور لوگ رحمتِ خداوندی سے دور بھاگتے ہیں اور نہایت ہی رکیک تاویلات سے انعامِ نبوّت کو مسدود کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو انتہائی بدقسمتی کی دلیل ہے۔ مگر ضمیر کی آواز کبھی کبھی جب اُبھر آتی ہے تو حق زبان پر جاری ہو جاتا ہے مگر اس اپنی خطابت اور ادبیت کے گھمنڈ میں خدا کے مرسل کو خاطر میں نہیں لاتے اور خود اس مقام پر متمکن ہونے کی ہوس کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسا کہ برق صاحب نے اقبال مرحوم کے ایک شعر کے ذریعہ اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

چراغ خویش برافروختم کہ دستِ کلیم
دریں زمانہ نہاں زیرِ آستیں کردند

یعنی:۔ "ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ پھر
ایک چراغ (یعنی کتاب ایک اسلام کا)
شاہراہ آدم پر جلایا جائے کہ شاید
کوئی درماندہ راہی منزل کو پالے۔"
("حرفِ اوّل" ایک اسلام صفحہ)

(۶) جناب برق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر ایک خطرناک الزام لگایا ہے کہ گویا (معاذ اللہ) پہلے تو آپ بصد تکلف مسیحؑ کے مثیل بنے۔ پھر مسیح موعود اور "آخر میں ایک مستقل رسول بن کر مسلمانوں کے سامنے" آ گئے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تا دمِ واپسیں اس ناپاک الزام سے اپنی بریت کا اظہار کیا۔ مگر آج برق صاحب نے آپ کی وفات کے ۵۴ سال بعد یہی ناپاک الزام آپ کی ذات پر لگا دیا جو آپ کے نزدیک کفر صریح ہے کہ (معاذ اللہ) آخر میں

آپ نے مستقل رسالت کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے آخری خط میں ایڈیٹر اخبارِ عام کو لکھا کہ :۔

(یہ خط ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے پرچہ اخبارِ عام میں شائع ہوا۔ جس دن کہ آپ کی وفات ہوئی)

"یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق نہیں رہتا جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں سمجھتا۔ ..... یہ الزام صحیح نہیں بلکہ ایسا دعویٰ میرے نزدیک کفر ہے۔"

برق صاحب نے کہا ہے کہ "آج تک احمدیت پر جس قدر لٹریچر علماء اسلام نے پیش کیا ہے اس میں "دلائل کم اور گالیاں زیادہ"۔ بھلا اس سے بڑھ کر برق صاحب ہی بتائیں کہ کونسی گالی ہو سکتی ہے؟ کہ ایک ایسا کفریہ عقیدہ آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرتے دم تک کفر یقین کرتے تھے۔ کیا یہی "میٹھے انداز اور ہمدردانہ رنگ میں کہی ہوئی بات" ہے جس پر ہر شخص غور کرتا ہے۔" (حرفِ محرمانہ ص۱۳) ۔ یا "دشنام آلود"..... "مغلظات" اور "گالیاں جو کوئی نہیں سنتا"

(ے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض کتابوں میں بڑی وضاحت سے احادیث نبویہ کے متعلق اپنے عقیدہ کا ذکر فرمایا ہے ۔ مثلاً کشتی نوح اور ریویو بر مباحثہ چکڑالوی میں جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ تمہاری ہدایت کے لئے اوّل نمبر پر قرآن ہے۔ دوسرے درجہ پر سنّت اور تیسرے نمبر پر احادیث ہیں۔ جیسا کہ کشتی نوح میں فرمایا کہ :۔

"تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے ..... اگرچہ اکثر حصہ اس کا ظن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرطِ عدمِ تعارض قرآن و سنّت تمسک کے لائق ہے ..... پس حدیث کی قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ ہاں اگر ایک حدیث ایسی ہو جو قرآن و سنّت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کے بھی خلاف ہو جو قرآن کے مطابق ہے ..... تو ایسی حدیث قبول کے لائق نہیں ..... اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کے لئے فکر کرو شاید وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو ..... اگر کوئی حدیث ضعیف ہے مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو ..... اگر کوئی حدیث جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو ..... یہ کہکر مت ٹال دو کہ ہم اسکو نہیں مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے

یا کوئی راوی اس کا متدیّن نہیں ہے تو اس صورت میں تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو ردّ کر دو جس کا سچا ہونا خدا نے ظاہر کر دیا۔۔
۔۔۔۔۔ اگر ایسی حدیث ہزار ہو۔۔
۔۔۔۔۔ اور ہزار پیشگوئی اس کی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثوں کو ضعیف قرار دیکر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضائع کر دو گے۔ پس اس صورت میں تم اسلام کے دشمن ٹھہرو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا یظهر علیٰ غیبه احداً الّا من ارتضیٰ من رسول۔ پس سچی پیشگوئی بجز رسول کے کس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔"
(کشتی نوح ص۵۸ تا ص۵۹)

افسوس ہے کہ برق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم کی موجودگی میں آپ پر یہ الزام لگایا ہے کہ:-

"مرزا صاحب درست فرماتے ہیں کہ تمام حدیثیں تحریف معنوی و لفظی سے آلودہ ہیں یا سرے سے موضوع ہیں۔" (حرفِ محرمانہ ص۴۶)

حالانکہ برق صاحب کا یہ قول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت ایک بہتانِ عظیم ہے کیونکہ برق صاحب نے جن عبارتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے ان میں صاف لکھا ہے کہ میرے مخالف علماء

"اپنی چند ایسی حدیثوں کو نہیں چھوڑنا چاہتے جو محض ظنیات کا ذخیرہ اور مجروح و مخدوش ہیں۔۔
۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو یہ (علماء مخالف) پیش کرتے ہیں۔ تحریف لفظی یا معنوی میں آلودہ ہیں یا سرے سے موضوع ہیں۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۱ "حرفِ محرمانہ" ص۴۶)

حیرت ہے کہ برق صاحب نے حوالہ مذکورہ اپنی کتاب میں نقل کرتے ہوئے کیوں اس قدر فریب اور ریا کاری کی راہ اختیار کی ہے کہ آپؑ کی طرف تمام احادیثِ نبویہ کے متعلق یہ بات منسوب کر دی کہ گویا آپؑ کے نزدیک "تمام حدیثیں تحریف معنوی و لفظی سے آلودہ یا سرے سے موضوع ہیں" حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں صاف لکھا ہے کہ:-

"یہ تمام ذخیرہ رطب و یابس کا (جو علمائے مخالف پیش کرتے ہیں) صحیحین میں نہیں ہے۔ امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ نے اس بارہ میں اشارہ تک نہیں کیا کہ یہ مسیح آنے والا درحقیقت سچ مچ پہلا مسیح (یعنی ابن مریم) ہوگا۔" (ازالہ اوہام ص۲۲۶)

الغرض احمدیوں کے نزدیک تمام احادیث ہرگز "ازبس ناقابلِ اعتماد" نہیں۔ ہمارے نزدیک ان احادیث کی سند قابلِ اعتماد ہے جو قرآن کے مطابق ہیں۔ اگر چند منکرینِ حدیث کے نزدیک ان کی سند ناقابلِ اعتماد ہے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت صرف

ان کے لئے ہے؟ کروڑوں مسلمان احادیث نبویہ پر یقین رکھتے ہیں اور وہ ان کو قابل اعتماد خیال کرتے ہیں پس برق صاحب کی اپیل محض ایک سراب ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں۔

(۸) جناب برق صاحب نے (حرف محرمانہ صفحہ) ایک "الجھن" پیش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "کبھی کہتے ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور کبھی کہتے ہیں کہ میں مثیل موعود (مثیل مسیح) جسے کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ فرمائیے ہم ان بیانات سے کیا اخذ کریں؟" (حرف محرمانہ صفحہ ۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں کوئی "الجھن" نہیں۔ بات صاف ہے "اس مسیح موعود" ہونے سے انکار کیا ہے جو ان کے خیال کے مطابق آسمان سے آنیوالا تھا اور آپ نے "اس مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کیا جس کا ذکر قرآن شریف (سورۃ نور) میں اشارۃً اور حدیث میں امامکم منکم کے الفاظ سے صراحتًا موجود ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں نے اپنے رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا ذکر قرآن شریف میں اجمالاً (سورۃ نور) اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۱)

"اور اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ میں غلطی پر ہے تو پھر آپ لوگ کوشش کریں کہ جو مسیح موعود آپ کے خیال میں ہے انہیں دنوں آسمان سے اتر آوے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۴)

بعض صوفیاء (مثلاً محی الدین ابن عربیؒ) نے لکھا تھا کہ مسیح کا نزول دوسرے بدن کے ساتھ ہوگا۔ "وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر" (تفسیر عرائس البیان نولکشور کا حاشیہ زیر آیت بل رفعه الله) بعض مفسرین نے بطور تناسخ (یعنی مسیح ابن مریم کی روح کا کسی دوسرے انسان میں آنا) اس سے مراد لیا ہے (حالانکہ اس سے مراد بروز کا صورت میں آنا تھا) جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا گیا تو آپ نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"عاجز نے جو مثیل موعود (یعنی ان کے خیال میں جو موعود تھا اس کے مثیل) ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود (یعنی ابن مریم) خیال کر بیٹھے ہیں ... میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں "مسیح ابن مریم" ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری و کذاب ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰)

کیا ان تصریحات کی موجودگی میں کوئی الجھن رہتی ہے؟

رہا یہ امر کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرے بعد اور بھی مثیل مسیح ہوں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے اپنے دعویٰ کی تردید کر دی کہ میں مسیح موعود نہیں ہوں۔ کیونکہ آپ نے واضح طور پر ازالہ اوہام میں ہی متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ میں ہی مسیح موعود ہوں۔ فرمایا:۔

"مسیح ثانی مثیل موسیٰ کے دین کی ... تجدید کرے گا۔ اور یہ مثیل ... مسیح اپنی سوانح میں اور دوسرے نتائج میں جو قوم پر ان کی اطاعت یا ان کی سرکشی کی حالت پر موثر ہوں گے اس مسیح سے بالکل مشابہ ہوگا جو (مسیح) موسیٰ کو دیا گیا تھا۔ اب جو امر خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۸-۲۹)

"پس واضح ہو کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل و احادیث صحیحہ کے رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا ہے وہ اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ جو خدا تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔" (ص ۱۴۳)

برق صاحب نے اپنی کتاب "ایک اسلام" ص ۲۷ پر لکھا ہے کہ:۔

"الہامی صحائف کا انداز بیان پُر اسرار، پیچدار (یعنی الجھنوں سے پُر) اور سہل ممتنع ہوا کرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا آپ کو قرآن میں بیسیوں متصادم اور مشکل آیات نظر نہیں آئیں مثلاً ایک مقام پر ہے کہ انسان اپنی بدکاری سے گمراہ ہوتا ہے اور دوسری جگہ درج ہے کہ اللہ گمراہ کرتا ہے اس تصادم کی کیا تاویل ہے۔ اگر نہیں تو آپ پھر بھی آپ قرآن مجید پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ تو یہی سلوک تورات و گیتا سے بھی کیجئے۔"

افسوس ہے کہ برق صاحب کو یہ سرمن احمدیت کے مقابلہ پر آ کر بھول گیا۔ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں کوئی تضاد نہیں ان میں عمداً تصادم پیدا کیا گیا ہے۔ پھر سوال کیا جاتا ہے کہ ان بیانات کی موجودگی میں کیا نتیجہ اخذ کیا جائے؟ وہی نتیجہ جو آپ تورات و گیتا اور قرآن مجید کے متصادم احکام و آیات کے وقت اخذ کرتے ہیں۔

(۹) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے کہ "میرے کلام میں کوئی تناقض نہیں۔ میں خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا (یعنی تفہیم نہ ہوئی) میں وہی کہتا رہا" مگر برق صاحب فرماتے ہیں کہ "جو وحی پر روز آپ پر بارش کی طرح برستی تھی اس نے پورے بارہ سال تک آپ کو کیوں نہ سمجھایا کہ آپ کی فلاں بات خلافِ حقیقت ہے۔" (حرفِ محرمانہ ص ۸۲)

معلوم ہوتا ہے برق صاحب علم قرآن کے لحاظ سے بالکل کورے ہیں۔ ان کو الہامی پیشگوئیوں کے فلسفہ کا قطعاً علم نہیں۔ بارہ سال تو بہت قلیل عرصہ ہے۔ حضرت یعقوبؑ قریباً ۲۴ سال تک بقول مفسرین رو رو کر اندھے ہو گئے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۲/۸۵) حضرت یوسفؑ کو (جنہوں نے رؤیا دیکھا تھا کہ چاند، سورج، ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں اور وحی ہوئی تھی لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۱۲/۱۵) مگر دونوں باپ بیٹوں پر (معاذ اللہ) نہ خدا تعالیٰ کو رحم آیا۔ کیونکہ:۔

"حامل الوحی (جبرائیل) مسلسل (۲۴ سال تک) آتا رہا۔ اور سمجھائے بغیر واپس جاتا رہا۔ وہ (دونوں باپ بیٹا) خدا کے الہام وحی کے خلاف پیہم روتے اور اس سے بے خبر رہے کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ کیونکہ یوسف کو مصر میں اتنا بھی علم نہ تھا کہ میرا باپ زندہ بھی ہے یا نہیں (پیدائش ۴۵/۳) اور اللہ تعالیٰ عجب تماشا دیکھتا رہا۔"

(حرفِ محرمانہ ص ۸۳)

الغرض اس قسم کی بیسیوں مثالیں صحائفِ انبیاء اور قرآن و حدیث سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ کہ رسولوں کو مدتِ مدید تک اپنی وحی کی تفہیم نہ ہوئی۔ مگر ذرا برق صاحب کی ڈینگ ملاحظہ فرمائیں:-

"رسالت کی طویل تاریخ میں آج تک
نہیں ہوا اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ
ایک رسول بارہ برس تک اپنے الہام
کو نہ سمجھے۔" (حرف محرمانہ ص۸۳)

کیا حضرت یوسفؑ و یعقوبؑ انبیاء کی صف میں ہیں یا نہیں؟ پھر ان دونوں کے ساتھ کیا ماجرا گذرا؟

(۱۰) جناب برق صاحب اپنے اس علم خام کے گھمنڈ میں لکھتے ہیں کہ:-

"ہر رسول کا یہ فرضِ منصبی ہوتا ہے
کہ وہ اپنی وحی کی تبلیغ کرے۔ بَلِّغْ
مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ لیکن اگر کسی
رسول کو بارہ برس تک اس پیغام کا
مفہوم ہی معلوم نہ ہو سکے تو وہ تبلیغ کیا
کرے گا۔" (حرف محرمانہ ص۸۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ کی تکمیل کرتے ہوئے اپنی وحی مقدس تو من و عن براہین احمدیہ میں اسی زمانہ میں لوگوں تک پہنچا دی (مفہوم کا جواب عـ۹ میں دیا جا چکا ہے) پھر خدا خبر برق صاحب نے کیوں اعتراض کیا ہے۔ بھلا برق صاحب خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر تصور کر کے یہ فرمائیں کہ یہ جو آپ نے دوسرا قرآن اس بیسویں صدی میں پیش کیا ہے کیا اس کا علم آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا؟ تو بتائیے وہ قرآن مجید کے کس حصہ میں ہے؟ پھر آپ نے اس کا نام دوسرا قرآن کیوں رکھا ہے؟ اگر آپ کو (یعنی سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) علم نہ تھا تو بتائیے آپ نے قرآن کی تبلیغ کی تھی یا نہیں؟

الغرض برق صاحب نے باب دوم کے ص۷۲ لغایت ص۸۳ تک جس قدر اعتراضات کئے ہیں وہ مخالفوں کی کورانہ و متعصبانہ "تقلید کی بنا پر کئے ہیں جن کا "تلاشِ حقیقت" سے دُور کا تعلق بھی نہیں۔ کیونکہ یہ اعتراض انہوں نے عبارات" اپنی طرف سے گھڑ کر" "جعلسازی" کا ارتکاب کر کے کئے ہیں۔ "ہر بات کو من و عن پیش کرنے" کا دعویٰ محض ایک فریب اور دھوکہ ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے؛

دسمبر ۱۹۵۶ء میں

غیر معمولی رعایت

احباب کو معلوم ہے کہ الفرقان ایک علمی رسالہ ہے اسکے ہر نمبر میں قیمتی مقالات شائع ہوتے ہیں۔ گذشتہ پانچ سال کے بہت سے نمبر تھوڑی مقدار میں دفتر میں موجود ہیں۔ ماہ دسمبر ۱۹۵۶ء میں یہ **خاص رعایت** کی جاتی ہے کہ جو دوست دفتر میں موجود رسالے گذشتہ نمبر لینا چاہیں ان کو تمام نمبر **نصف قیمت** پر دئیے جائیں گے۔ اندازہ ہے کہ اس طرح سے پانچ سال کے موجود نمبروں کا سیٹ کم و بیش تیرہ ۱۳ روپے میں مل سکے گا۔ پہلی درخواستوں کو بہر حال ترجیح ہوگی۔ فوراً منی آرڈر بھیج کر رسالے ریزرو کرا لیں۔

مینیجر الفرقان۔ ربوہ

خطاب بہ احمدی مبلغِ اسلام

(از جناب چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات)

اے احمدی جہادِ تو ہست ایں دریں اواں
با حجت و دلیل کنی صدق را عیاں

دریں زمانِ امن و دریں دورۂ علوم
ہرگز نہ بہرِ دیں بود حاجتِ سناں

دشمن کند چو حملہ بر اسلام با علوم
با اسلحہ مدافعتش تو کنی چساں

اکراہ و جبر نیست روا بہرِ نشرِ دیں
تبلیغ کن تو مسلے از جبر باز ماں

اسلام ہست مذہبِ امن و سلامتی
از جبر ہیچ فائدہ نبود بجز زیاں

با نیّرِ ضمیر و بامدادِ روحِ حق
کردی تو صاف چہرۂ اسلام بیگماں

برداشتی حجابِ خیالاتِ فاسدہ
فرقاں بزیرِ پردۂ اوہام بُد نہاں

تو جاں بکف نہادہ بتبلیغِ دیں کنی
بیم و ہراس نیست بقلت ز دشمناں

ساکت کنی مخالفِ خود را تو با دلیل
تکیہ کنی مگر بدعایت نہ بر زباں

منظورِ تست نصرتِ دینِ محمدی
در راہِ حق نثار نمائی تو خانماں

در راہِ حق تحمّلِ آلام مے کنی
تو مے کنی عبور ز دریائے بیکراں

تبلیغ در ممالکِ غربی تو مے کنی
امداد ہیچ گونہ نیابی ز دیگراں

باید کند اشاعتِ اسلام یک گروہ
قرآں دہد پیامِ خداوندِ آسماں

زیں حکم ایزدی مترشح ہمے شود
باشند تابعانِ امامے مبلغاں

اے احمدی بزیرِ لوائے امامِ پاک
تبلیغ دیں کنی تو بانگلیس و آلماں

تنظیم و اتحاد نه باشد بجز امام اقوامِ بے نظام نه گردند کامراں
تعمیر گشت جمله مساجد بسعیٔ او یک حبه هم نداد کسے از مخالفاں
در شهر هیگ، برلن و لنڈن واشنگٹن تبلیغ مے کنی به مساجد دهی اذاں
گردد نه سدِّ راهِ تو سائنس و فلسفه هستی بزیر سایهٔ رُوح القدس هر آں
ظلماتِ مشکلات زدائی بنورِ قلب زائل کنی شکوک ز دلهائے سامعاں
بهره وری ز جمله علومِ مروّجه میراثِ تست علمِ لدنّی ز مرسلاں
تو بشکنی بعلم صفوفِ مخالفین کارِ تو هست مشکل و دشوار اے جواں
قرآں که هست وحیٔ خداوندِ کائنات باشد نه هیچ حکمتِ حقّه خلافِ آں
پس هر کرا که مسّ کلامِ خدا بود صدقِ کلامِ پاک تو اندکند بیاں
بے خوف و بے هراس کنی تو مناظره برهانِ قاطع هست بدستِ تو هر زماں
تن پروری ست هدفِ مکینانِ هر دیار جز عیش نیست شغل برائے هنروراں
حالاتِ نامساعده سدِّ رهِ تو نیست تکیه کنی مدام تو بر ربِّ انس و جاں
آں کار مے کنی تو که شاهانِ ذی وقار قدرت نه داشتند که بکنند یا تواں
گفتارِ تست اسوه برائے زمانیاں کردارِ تو نمونه برائے جهانیاں
فرموده کردگار که اے احمد مسیح تبلیغِ ملتِ تو رسد در همه جهاں
ایں پیشگوئی راست برآمد بدستِ تو حقّا پدید شد ز وجودِ تو ایں نشاں
حضرتِ مسیح گفت ز وحیٔ خدائے پاک قرآں هست ضامنِ اصلاحِ جاوداں
خیلے تعجب است که با آنکه مسلمے ثابت کنی صداقتِ قرآں بهمگناں
کوشش همے کنند خلافِ مساعیت آناں کنند دعویٰ که مائیم مسلماں

ہمت نہ یافتند کہ تبلیغِ دیں کنند
ثابت نگشت دعویٰ ایشاں بہ امتحاں

بر عزم و ہمتِ تو ہزار است آفریں
در کارِ حفظِ ذکر تو بربستہ ہمیاں

صد مشکلات ہست براہِ تو اے جری
با ایں ہمہ غموم دلیری نہ ناتواں

تاریکیٔ مصائب و آلام ہر طرف
ترساندت مگر بسلامت روی چناں

گویا نہ بود ہیچ مصیبت براہِ تو
باشد ترا پناہِ خداوند حرزِ جاں

کارت مدام خدمتِ خلق است بے ریا
باقی تو در مہالک و خطرات شادماں

مظلوم چوں تو ئی نہ شنیدہ و دیدہ است
چرخِ کہن کہ دیدہ اولیاء مرداں

دریں زمانِ علم و دریں دَورِ فلسفہ
کشتہ شدند بیگناہ شش کس ز ظالماں

کابل گواہ ہست بریں ظلم بے نظیر
زیرا کہ ریختند براں خونِ راستاں

اے ذوانتقام ملجا و ماوائے بیکساں
تو انتقام ایں ہمہ جور و جفا ستاں

الفرقان کے نئے معاونین

ماہ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۵۶ء میں مندرجہ ذیل احباب نے خریدار مہیا فرمائے ہیں۔ جزاھم اللّٰہ خیراً۔

(۱) جناب مرزا امیر بیگ صاحب گونڈہ یو۔پی (بھارت)	پانچ خریدار
(۲) جناب چودھری فتح محمد صاحب پریکے ٹرانسپورٹ لاہور	پانچ خریدار
(۳) جناب چودھری مولا بخش صاحب پریکے ٹرانسپورٹ لاہور	پانچ خریدار
(۴) جناب خواجہ امیر بخش صاحب آسٹریلیا والے لاہور	پانچ خریدار
(۵) جناب شیخ محمد صدیق صاحب آف کلکتہ چنیوٹ	تین خریدار

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔ دوسرے احباب بھی اس طرف توجہ فرمائیں (مینجر)

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کا

ریزولیوشن

[ذیل کا ریزولیوشن قادیان دارالامان کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر اتفاق رائے سے پاس ہوا جبکہ تمام جماعتہائے ہندوستان کے نمائندے موجود تھے۔
(ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان)]

(۱) ہم افرادِ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان و پاکستان جو جلسہ سالانہ قادیان کے مقدس اجتماع میں جمع ہوئے ہیں اپنے مقدس، اولوالعزم اور برحق امام سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ دلی اخلاص اور عقیدت کا ایک مرتبہ اور اظہار کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم آپ کو آیتِ استخلاف کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقررکردہ خلیفہ یقین کرتے ہیں۔ اللہ رکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور بعض دوسرے منافقین نے خلافتِ حقہ ثانیہ کے خلاف جو شرارت انگیز فتنہ اٹھایا ہے اس کے خلاف انتہائی نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ خلافتِ ثانیہ برحق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کو کوئی معزول نہیں کر سکتا۔ جو لوگ خلافتِ حقہ کے خلاف فتنہ انگیزی کر رہے ہیں وہ اپنے پیشرو منافقین کی طرح خائب و خاسر اور نامراد ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کے نور کو اپنے وعدہ کے مطابق پھیلاتا چلا جائے گا۔ اور سلسلہ حقہ کو خلافت کی برکت سے دنیا پر غالب کرے گا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں قادیان کی آبادی، ترقی، وسعت اور برکت کا جو تعلق اپنے پاک وجود سے بتایا ہے ہم سب عملی طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ان برکات و فیوض کا قادیان کے متعلق مشاہدہ کر چکے ہیں۔ ملکی تقسیم کے وقت اور بعد میں بھی ان خاص آسمانی برکات و تائیدات کو جو خلافتِ حقہ ثانیہ کے طفیل ہم پر نازل ہو رہی ہیں ہم روز و شب دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور وہی بناتا رہے گا۔ خلیفہ بننے کے لئے سازشیں اور منصوبے کرنا اسلام کی رو سے لعنتی کام ہے اور ایسے لوگ ضرور ناکام و نامراد ہوں گے۔

(۲) اس ریزولیوشن کی نقول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اور احمدیہ پریس کو بھجوائی جائیں +

تردیدِ بہائیت میں کتابوں پر تبصرہ

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغامِ صلح لاہور "نقد و نظر" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں :-

"**بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ** ۔ مصنفہ مولوی ابو العطاء جالندھری ۔ ناشر، مکتبہ الفرقان ربوہ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے ۔ مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری نے اس کتاب کو شائع کر کے ان لوگوں پر احسانِ عظیم کیا ہے جنہیں بہائی شریعت کی افضلیت کا یقین دلایا جاتا ہے لیکن اصل شریعت کبھی دکھائی نہیں جاتی ۔ بہائی تحریک ہمیشہ اس بات کی دعویدار رہی ہے کہ بہاء اللہ نے جو شریعت دنیا کو دی ہے وہ قرآن سے بدرجہا افضل ہے لیکن جب اس تحریک کے حامیوں سے اس شریعت کا مطالبہ کیا جائے تو بغلیں جھانکنے کے سوائے انہیں چارہ نہیں ہوتا ۔ کیونکہ بہائی شریعت کو عام طور شائع کرنا انکے ہاں منع ہے ۔ مولوی ابو العطاء صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عراق سے بڑی جدوجہد کے بعد ایک دوست کی معرفت اس شریعت کا (جسے کتاب اقدس کا نام دیا جاتا ہے) ایک نسخہ حاصل کیا اور مطبع احمدیہ کبابیر جبل الکرمل فلسطین میں اسے طبع کرا دیا ۔ اسی کو انہوں نے اپنے تبصرہ کیساتھ مذکورہ عنوان کتاب میں اس چیلنج کے شائع کیا ہے کہ :-

"اگر بہائی جماعت ثابت کر دے کہ ہماری شائع کردہ اقدس اصل نہیں ہے تو اسے یکصد روپیہ بطور انعام دیا جائیگا"۔

یہ شریعت کیا ہے اور قرآن کے مقابلہ میں اسکی کیا حیثیت ہے، یہ ایک الگ موضوع ہے جس پر کسی دوسری فرصت میں غور کیا جا سکتا ہے ۔ مولوی ابو العطاء صاحب نے جو تبصرہ اس پر کیا ہے اس میں بتایا ہے کہ بہائی فرقہ کس طرح اور کہاں سے پیدا ہوا اور بہائی شریعت کے جو فی الحقیقت آسمانی شریعت نہیں نفاذ کے اسباب و علل کیا تھے ۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جب سید علی محمد باب کے دعویٰ امام غیب ہونے پر شیعہ علماء نے ان پر کفر کے فتوے لگائے تو بابیوں نے جن میں مرزا حسین علی نوری اور قرۃ العین ام سلمیٰ مشہور ترین افراد تھے ۱۲۶۴ ہجری میں علاقہ خراسان میں بدشت کے صحرا میں ایک خاص کانفرنس کی اور علماء سے انتقام کیلئے یہ تجویز ٹھہری کہ اسلامی شریعت کو منسوخ قرار دیا جائے ۔ اس بناء پر اسلامی شریعت کو منسوخ کر کے بہائی شریعت بنائی گئی جو ابھی تک پردۂ خفا میں ہی پڑی ہے اور یہی بقول مولوی ابو العطاء صاحب انکی ناکامی کی سب سے بڑی دلیل ہے

کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت مفید اور بہائی مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے قابلِ مطالعہ ہے ۔ مکتبہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے طلب کیجئے ۔

بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے ۔ مصنفہ مولوی ابو العطاء جالندھری ناشر مکتبہ الفرقان ربوہ قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ ۔ اڑھائی صد صفحہ کی مجلد کتاب میں جو بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالات پر مشتمل ہے بابیت اور بہائیت کے بارہ میں بہت سی مفید معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں ۔ ان مقالات کے عنوان حسب ذیل ہیں ۔

(۱) بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ (۲) بہائیوں کے عقائد اور تحریک احمدیت (۳) جناب بہاء اللہ کے دعوے کی نوعیت ۔ (۴) قرآنی شریعت دائمی ہے اسے مختص الزمان قرار دینا غلط ہے (۵) قرآنی شریعت اور بہائیوں کی مزعومہ شریعت کا موازنہ ۔

ان مقالات سے بہائی تحریک کے سمجھنے اور اسلامی تعلیمات سے اس کا موازنہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے ۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ ان مقالات میں بابیوں اور بہائیوں کی اصل کتابوں کے حوالے نقل کئے گئے ہیں ۔ کتاب اپنے موضوع اور مضمون کی جامعیت کے لحاظ سے بہت مفید اور قابل قدر ہے ۔ کاغذ، کتابت اور طباعت عمدہ ہے ۔ مکتبہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے طلب کیجئے ۔" (پیغام صلح ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء)

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

الفرقان کا آئندہ نمبر حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے متعلق شائع ہوگا یہ نمبر جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء پر مل سکے گا۔ اس نمبر میں بھی ٹھوس مقالات اور تحقیقی مضامین ہونگے۔ یہ نمبر جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے خریدار حضرات دفتر الفرقان کو اوٹرز تحریک جدید ربوہ سے حاصل فرما سکتے ہیں۔ بذریعہ ڈاک پانچ جنوری ۱۹۵۷ء کو روانہ ہوگا انشاء اللہ
—— آئندہ الفرقان کی تاریخ اشاعت ہر ماہ کی پانچ تاریخ ہوا کرے گی ——

سیرت نمبر کی قیمت ایک روپیہ مقرر ہے!

الفرقان کا سالانہ چندہ پانچ روپے ہے

(مینیجر الفرقان۔ ربوہ)

تردید بہائیت میں نئی کتابیں

اہل بہاء کی تردید میں دو کتابیں جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء پر شائع ہوئی تھیں (۱) بہائیت کے متعلق پانچ مقالے (۲) بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ —— یہ واقعہ ہے کہ بہائی تحریک کو سمجھنے کے لئے یہ بہترین کتابیں ہیں۔ ان میں بہائیوں کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے گئے ہیں اور بہائیت کی تاریخ کے علاوہ بہائیوں کے عقائد کی حقیقت بھی بیان کی گئی ہے۔ بہائیوں کو جرأت نہیں ہوئی کہ ان کتابوں کا جواب دے سکیں۔ یہ دونوں کتابیں چار روپے میں مل سکتی ہیں۔

(مینیجر الفرقان۔ ربوہ)